پاسبان ناموس صحابہ رضی اللہ عنھم

جانشین حجۃ الاسلام، امام اہلسنت

حضرت مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

از قلم
شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمود الرشید حدوٹی
مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور
مدیر اعلیٰ ماہنامہ آب حیات لاہور
امیر جمعیت تحفظ اسلام پاکستان

پاسبان ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم

وکیل ناموس صحابہؓ، عالم ربانی مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

پاسبانِ ناموسِ صحابہؓ، وکیل اصحاب پیغمبر، جانشین حجۃ الاسلام، امام اہل سنت، اسلاف کی جرأت رندانہ اور حریت فکر کے امین، قافلہ حق کے حدی خوان، دار المبلغین لکھنؤ بھارت کے مدیر المہام، جمعیت علماء ہند کے ناظم عمومی، مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے صدر، تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم لکھنؤ کے روح رواں، ہر دینی تحریک کے محرک، بیدار مغز اور کہنہ مشق، عالم ربانی حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرتِ آیات سے امت مسلمہ میں خلاء پیدا ہو گیا ہے، ان کی وفات سے امت مسلمہ کا شدید نقصان ہوا ہے، شاید مستقبل میں اس نقصان کا اِزالہ نہ ہو سکے، لیکن قدرت والے کی کاریگری ہے وہ چاہے تو ان سے بڑھ کر کوئی نابغہ روزگار عطا فرما دے، لیکن یہ بات طے ہے کہ امت مسلمہ کو جن خطوط پر مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کھڑا کر کے داعی اجل کی دعوت پر لبیک کہہ گئے ہیں وہ نقوش مٹنے والے نہیں ہیں، وہ لکیریں جو انہوں نے کھینچی تھیں وہ نقش کالحجر ہیں۔

بندہ عاجز کی ان سے کوئی ملاقات نہیں، نہ ہی ان کی وفات سے پہلے ان کے بارے میں کوئی زیادہ معلومات تھیں، لیکن اللہ جزائے خیر دے مولانا عبد الباری صاحب (فاضل دیوبند، لخت جگر، نور نظر مولانا عبدالعلیم فاروقیؒ) کو جنھوں نے میرے کچھ بیرونی شناساؤں کے توسط سے میرے تک رسائی پائی، مجھے خط لکھا کہ میں کچھ مولانا فاروقی کے حوالے سے سپرد قلم کروں، ان کے توجہ دلانے پر میں نے ایک بار پھر امام اہلسنت کا مطالعہ کیا، ان کے جانشین مولانا فاروقی کی سرگرمیوں سے آگاہی حاصل کی، دار المبلغین کے ذمہ داروں سے رابطہ رہا، ان سے وقتاً فوقتاً حسب

ضرورت راہنمائی بھی لیتا رہا، دارالمبلغین کی طرف سے مجھے مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ تحریریں روانہ کی گئیں جو وٹس ایپ کے ذریعے مجھے ملیں، میں نے ان رشحات قلم کو نہ صرف ازابتدا تاانتہاء دیکھابلکہ ان سے ایمانی جذبات کو مزیدبڑھاوادیا۔

اپنی بساط اورہمت کے مطابق میں نے مولاناعبدالعلیم صاحب فاروقی کی بھارت میں ہونے والی سرگرمیوں سے آگاہی حاصل کی،ان کے بیرونی اَسفار سے استفادہ کیا،ان کی تحریروں اوران کے بیانات سے فیض پایا،شبانہ روز محنت کی اور کچھ شکستہ سی باتیں اور فقیرانہ سی تحریر اَحباب کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوا، یہ تواہل فکر و نظر ہی بتاسکیں گے کہ میں اپنی قلمی کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوااور کہاں کمی رہ گئی، لیکن سب کچھ کے باوجود کمی وکوتاہی تولازمی ہوگی، کیونکہ یہ تحریر اس عظیم ہستی کے بارے میں ہے جن کی حیاتِ مستعار میں شناسائی تک نہ ہوئی، ان کی کسی کتاب اور تقریر سے ان کی زندگانی میں آشنائی نہیں ہوئی، یہ ہماری بدقسمتی ہے ورنہ ہم ان کے فیوض وبرکات سے استفادہ کرسکتے تھے، لیکن بارگاہ خداوندی میں اُمید ہے کہ احباب کومیری یہ تحریر پسند آئے گی، اللہ تعالیٰ محض اپنی رضا کے لیے قبول ومنظور فرمائے۔

یہاں یہ بات یادرہے کہ مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری شناسائی نہ ہونااس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے معروف ومشہور لیڈر نہیں تھے،میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی تحریری، تدریسی، تصنیفی وتالیفی مصروفیات کے باعث ان تک رسائی نہ کرسکا،میرے علم میں نہ آسکا،ورنہ جب عبدالباری صاحب نے کچھ لکھنے کاحکم دیاتومیں نے مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایک چیز تلاش کی،ان کی کتابیں،ان کے بیانات سب کھنگال ڈالے،الحمدللہ۔

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد کا تذکرہ

طفل انجان کی عمر ناپائیدار گیارہ سال کی تھی، جب کانوں کی دہلیز سے امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ٹکرایا، سبب ظاہری یہ بنا کہ جس مدرسہ (جامعہ اشاعت اسلام مری) میں دادا مرحوم نے داخل کروایا تھا وہاں عصری اور دینی دونوں تعلیموں کا گہرا اور حسین امتزاج تھا، اسی بناء پر دادا جی نے وہاں داخل کروایا تھا، ہمارے مدرسہ کے نصاب تعلیم میں "خلفائے راشدین" نامی ایک بہترین کتاب بھی شامل تھی، وہ انہی امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے مرتب و مرقوم تھی، قریباً چار دہائی قبل کی یہ بات ہے، اب تو راقم کی عمر ناپائیدار نصف سنچری عبور کر چکی ہے، مگر یہ نام جو طفل انجان کے کانوں نے سنا، لکھا ہوا دیکھا آج تک کانوں سے جدا ہو سکا اور نہ ہی آنکھوں سے اوجھل ہو سکا، بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ مرورِ وقت کے ساتھ ساتھ اس نام کے ساتھ عقیدت کی بجائے محبت ہونے لگی، اگلے قدم کے طور پر اس نام سے عشق ہونے لگا۔

پھر چند ہی سال گزرے تو کوچہ علم کے اس سیاح نے ساحل جہلم کی طرف رخ کیا، جہاں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام میں داخل لے لیا، یہاں جتنا عرصہ قیام رہا اس میں امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا نام وقفے وقفے سے کانوں کی سماعتوں میں رس گھولتا رہتا تھا، اسی اثناء میں مدرسہ کے مدیر المہام حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفۃ خلافت" نامی کتاب ایک خطیر رقم صرف کر کے زیور طباعت سے آراستہ کروائی، طباعت سے قبل کتابت بھی خود ہی کروائی، یہاں جس کاتب کے پاس یہ کتاب کتابت کے مرحلے سے گزر رہی تھی، اس کا نام صداقت علی تھا، عصر کے بعد میں اس کاتب کی زیارت و دیدار اور استفادے کے لیے جایا کرتا تھا، یوں یہ کتاب لاجواب، بے نظیر و بے مثل اپنی گناہ گار آنکھوں سے کتابت ہوتے بھی دیکھی۔

جب یہ کتاب طباعت کے مرحلے سے گزر کر ہمارے جامعہ میں پہنچی تو جود وسخا کے بحر ذخار و موّاج حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کا ایک نسخہ مجھے عنایت کیا، جو گزشتہ چالیس سال سے میری لائبریری میں موجود ہے، میں نے از ابتدا تا انتہاء ایک بار نہیں کئی بار مطالعہ کیا، کئی بار مطالعہ کے باوجود ابھی کسی کونے اور گوشے سے مہین سے آواز آتی ہے کہ ھل من مزید؟ ایک بار مزید مطالعہ کر لیجیے، ایک بار پڑھ لیجیے۔

سنہ ۱۹۹۰ء میں بندہ اپنی طالب علمی کے اس بندھن سے آزاد ہو گیا جو کسی بھی طالب علم کے لیے ضروری ہوتا ہے، اب عملی میدان سامنے تھا، ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے میدان میں اپنا کام کسی نہ کسی درجہ میں شروع کر دیا، اس اثناء میں بھی امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کہیں سے کوئی کتاب دستیاب ہوتی تو اسے پہلی فرصت اپنے پاس رکھنے کی کوشش کی جاتی۔

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقے میں راقم الحروف کی تربیت و پرورش ہوئی ہے، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے دو علماء کی ایسی جوڑی کا دیدار نصیب ہوا جو فضلاءے دیوبند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ کی مکمل تصویر تھے، ان کی نشست و برخواست، نشیب و فراز سبھی اپنے ہمالیہ علم اساتذہ کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، یہ لوگ اٹھتے بیٹھتے، اپنے کردار اور اپنی گفتار میں اپنے اساتذہ کی نقل کرتے تھے، وہی چیز ہمارے تک بڑی حکمت و دانائی سے منتقل کرتے چلے جاتے تھے۔

انہی لوگوں نے اپنے حلقہ احباب و ارادت میں امام اہل سنت کا تعارف کروایا بلکہ تعارف کا حق ادا کیا، تحفہ خلافت کا مقدمہ قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا، جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس میں امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ

کے احوال وسوانح عمری پڑھنے کے بعد انسان سر دھنتا ہے، مچلتا ہے، اس کی بے قراری کو قرار آجاتا ہے، اس کو تسکین قلب وجگر نصیب ہوتی ہے۔

راقم الحروف نے اپنے عہد طالب علمی میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے خوب خوب استفادہ کیا ہے، ان کی کتابوں کو راقم نے کئی کئی بار پڑھا ہے، "پرانے چراغ" میں امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"ایک چھوٹی سی مسجد میں جو مولانا کے مکان کے قریب ہے عصر کی نماز کے بعد ملاقات ہوئی، جسم ولباس کسی سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ وہ مولانا عبدالشکور صاحب ہیں، جن کا لکھنؤ میں طوطی بولتا ہے اور جن کی شہرت ہندوستان سے لے کر ایران تک پھیلی ہوئی ہے اور جو اس وقت اپنے موضوع خاص میں حضرت شاہ عبدالعزیز اور مولانا حیدر علی فیض آباد کے جانشین ہیں، تھوڑی دیر بیٹھ کر ہم لوگ واپس آگئے" (پرانے چراغ)

اس ابتدائی ملاقات کی کہانی سنانے کے بعد مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "پھر وہ زمانہ آیا کہ مولانا نے اہل سنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام، ان کے حقوق اوران کے فضائل ومناقب سے واقف کرانے اوران اثرات کوزائل کرنے کے لیے مواعظ کا سلسلہ شروع کیا، جو ہندوستان میں عہد مغلیہ کے دور آخر میں علی العموم اور نوابانِ اودھ کی سلطنت کے اثر سے لکھنؤ اوراس کے اطراف میں علی الخصوص اہل سنت کے ذہنوں، مزاجوں اوران کے تمدن ومعاشرت میں داخل وجاری وساری ہو گئے تھے۔

ان مواعظ نے لکھنؤ اوراس کے اطراف میں اصلاح وانقلاب کا وہ کام کیا جو ان کے ان مناظروں نے اور مناظرانہ رسائل نے نہیں کیا، جن کی ہندوستان

کے سنی حلقوں میں دھوم مچی ہوئی ہے، ان کے یہ مواعظ بڑے مؤثر اور دل پذیر ہوتے، نپے تلے الفاظ، سادہ زبان، مغز کی بات، اندرونی جذب، غرض کہ "ہر چہ از دل می خیزد دل می ریزد" کے مصداق، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و حقوق بیان کرنے کے ساتھ مولانا قرآن مجید کے محفوظ اور غیر محرف ہونے اور اس کے اعجاز پر بھی روشنی ڈالتے۔

ان کی تقریروں میں نماز کی تبلیغ کا عنصر ضرور ہوتا، خدا ہی کو معلوم ہے کہ کتنے بندگان خدا کو ان مواعظ سے نفع پہنچا اور ان کی زندگیاں بدل گئیں، کم سے کم ہمارے شہر لکھنؤ میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دورہ ۱۲۳۴ھ کے بعد ایسی اصلاحی و انقلابی لہر نہیں آئی، چکمنڈی جو مولانا کے معتقدین کا خاص محلہ ہے، چونکہ ہمارے محلہ سے قریب تھا اور دونوں محلوں میں ایک ہی (قریشی) برادری رہتی ہے، جو مولانا کی خاص طور سے حلقہ بگوش اور ان کی تحریک و دعوت میں پیش پیش تھی، اس لیے مجھے ان اثرات کے مطالعہ کرنے اور مولانا کی شخصیت کی دلآویزی اور مواعظ کی دلپذیری سے واقف ہونے کا زیادہ موقع ملا۔

مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں کہ "پھر وہ وقت آیا کہ لکھنؤ میں "مدح صحابہ رضی اللہ عنہم" کی تحریک شروع ہوئی اور ۱۹۳۹ء میں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ العلماء اور شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند اس کی رہنمائی کے لیے لکھنؤ تشریف لائے اور ہمارے ہی مکان پر قیام فرمایا، اس سلسلہ میں مولانا کی بار بار زیارت ہوئی، اس معاملہ میں ان کا سوزِ دروں، جذب کامل اور ان کا اِستغراق دیکھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر اور ایک ایسے ماحول و معاشرہ میں جو مختلف اسباب کی بنا پر ان کے حقیقی مقام سے ناآشنا ہو گیا تھا، اس کو روشن و اجاگر کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، اس کے سوا ان

کی زندگی کا کوئی مقصد اور مشغلہ نہیں"(پرانے چراغ ج ۲ ص ۱۹۴)

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ان دوشاندار اسفار کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں انہیں امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت نصیب ہوئی، ان میں ایک اس یادگار سفر کا تذکرہ ہے جب مولانا نے اپنی تمنا کا یوں اظہار فرمایا، لکھتے ہیں

"عرصہ سے تمنا تھی کہ مولانا عبدالشکور صاحب کبھی نظام الدین تشریف لے چلیں اور مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو اور اپنے زمانہ کی یہ دو عظیم المرتبت داعی جن کو اپنی اپنی دعوت میں پورا انہماک اوران کی اہمیت وعظمت پر پورا یقین ہے ایک دوسرے سے ملیں، مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا سے پوری طرح واقف تھے، ان کے شیخ مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری خود مولانا کا بڑا احترام کرتے تھے اوران کے قدر شناس تھے، امروہہ کے مناظرہ میں دونوں ایک جگہ جمع تھے اور ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے۔

میں نے مولانا سے عرض کیا کہ سونی پت جاتے ہوئے آپ تھوڑی دیر کے لیے نظام الدین بھی تشریف لے چلیں اور مولانا محمد الیاس صاحب سے ملیں، مولانا ہمارے گھر کے بچہ بچہ کا بڑالحاظ کرتے تھے، بار بار دیکھا ہے کہ لکھنؤ کے کوئی معزز شخص بیماری کے زمانہ میں آئے اور مولانا نے ملنے سے معذرت کر دی، لیکن ہمارے گھر کا یا ہنسوہ کے خاندان کا کوئی بچہ چلا گیا تو فوراً بلالیا اور بڑے اعزاز کے ساتھ ملے، مولانا نے میری درخواست منظور فرمالی۔

اس سفر میں میرے ساتھ مولانا محمد ناظم صاحب ندوی اور شاہ ہادی عطا مرحوم بھی تھے، مولانا کے پاس سیکنڈ کلاس (اس زمانہ کا فرسٹ کلاس) کا ٹکٹ تھا، ہم لوگوں کے پاس تھرڈ کلاس کے ٹکٹ تھے، مولانا کو جب معلوم ہوا کہ ہم تھرڈ کلاس میں بیٹھے ہوئے ہیں، تو وہ تشریف لے آئے اور کسی طرح راضی نہیں ہوئے کہ

فرسٹ کلاس میں جائیں، ہر بار فرمایا کہ جہاں تم ہو وہاں میں، مجھے یاد ہے کہ رات بڑی بے آرامی سے گزری، سونے کا تو کیا ذکر لیٹنے کا بھی موقع بہت مشکل سے ملا، لیکن مولانا خوش تھے اور کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ آیا، دہلی پہنچے نظام الدین گئے، مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کا بڑا اکرام فرمایا اور ان کی آمد سے بہت خوش ہوئے، دونوں نے ایک دوسرے کی پوری رعایت کے ساتھ اپنے اپنے ذوق کی بات کہی، جس پر جس چیز کا غلبہ ہوتا ہے، اس کا ضرور اظہار ہو جاتا ہے کہ جام جب لبریز ہوتا ہے تو ہزار احتیاطوں کے باوجود چھلک پڑتا ہے" (پرانے چراغ ج ۲ ص ۱۹۵)

یہاں مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال دیکھیے، کس طرح انہوں نے ان دو تحریکوں کے داعیوں کے درمیان اتصال و پل کا کام کیا کہ اس کے بعد مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسا مصروف ترین آدمی لکھنؤ پہنچتے ہیں، اس کا احوال قلمبند کرتے ہوئے مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نقشہ کشی فرمائی ہے، لکھتے ہیں

" پھر وہ وقت آیا کہ مولانا محمد الیاس صاحب خود لکھنؤ تشریف لائے، مجھے یاد ہے کہ دارالعلوم کی مسجد کے وضوخانہ میں وضو کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ "مولانا عبدالشکور صاحب کا یہاں وہی درجہ ہے جو ہمارے اطراف میں مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا"۔

مولانا نے دارالمبلغین میں مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کے رفقاء کی دعوت کی، مولانا بڑے شوق سے تشریف لے گئے، دعا کی درخواست کی گئی تو ان الفاظ سے دعا کا آغاز کیا کہ "اَولِیَائِی تحتَ قَبَائِی لَایَعرِفُهُم سَوَائِی" جس سے اس بات کی طرف اِشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مولانا کا جو مقام ہے وہ سب کو معلوم نہیں، مولانا رحیم آباد کے عظیم تبلیغی اجتماع میں بھی جو مئی ۱۹۴۶ء میں ہوا تھا، شریک

ہوئے اور تقریر فرمائی، یوں بھی تبلیغی جماعت اوراس کے ذمہ داروں کے ساتھ ان کا معاملہ تعاون اوراکرام کا تھا" (پرانے چراغ ج۲)

امام اہل سنت کا رسالہ "النجم"

عہد طالب العلمی ہی میں راقم الحروف نے "النجم" رسالے کا تذکرہ پڑھا، جس کے بعد اس رسالے کی زیارت کا شتیاق رہا مگرہنوزاس کی اصل کاپیاں دیکھنے کا شرف نہیں پایا، اگر النجم کی پرانی کاپیاں دستیاب ہوجائیں توان میں کارکنان علم وعمل کے لیے بہت ہی لاجواب مواد دیکھا جاسکتا ہے۔

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفہ خلافت" کے مقدمہ میں "النجم" کا تعارف پیش کیااوراس کے فیضان کا یوں تذکرہ فرمایا، لکھتے ہیں کہ

"خاتم النبیین امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَصْحَابِی کَالنُّجُومِ بِاَیِّهِم اقْتَدَیْتُم اِهتَدَیتُمْ (میرے اصحاب مثل تاروں کے ہیں، ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے) قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا سِرَاجاً مُّنِیراً یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب رسالت ہیں لہذا جو اہل ایمان بلاواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضاب ہونے والے ہیں بلاشبہ وہ آفتاب رسالت کے انوار ہدایت سے منور ہوکر نجوم ہدایت بن گئے ہیں، ہر ہر صحابی کے سینے میں جو نور ایمان ہے وہ انوار نبوت کی شعاعوں کا ہی عکس ہے اور یہ وہی مقدس جماعت صحابہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ہی رَضِیَ اللہُ عَنهُم وَرَضُوا عَنهُ کی قرآنی سند عطا فرمادی ہے"۔

یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اوروہ اللہ سے راضی ہوگئے، چونکہ امام اہل سنت کا مقصد اس رسالہ کے اجراء سے دفاع صحابہ ہی تھا، اس لیے آپ نے مذکورہ ارشاد

رسالت کی روشنی میں اس کا نام ''النجم'' رکھا، یعنی ہدایت کا ستارہ، ''النجم'' ایک خالص علمی اور دینی رسالہ تھا، جس کو حق تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طفیل امام اہل سنت کی ہمت واستقامت سے صحیح معنوں میں ہدایت کا ستارہ بنا دیا، جس کا نور نہ صرف دور حاضر میں بلکہ صدیوں تک ان شاء اللہ تعالیٰ اہل ملت اسلامیہ کو ظلمات باطل میں نور ہدایت دیتا رہے گا، ''النجم'' امام اہل سنت نے سنی شیعہ نزاعی مسائل کے سلسلے میں ہر موضوع پر مدلل اور محققانہ مضامین لکھے ہیں۔ (مقدمہ)

''النجم'' کے انتہائی بوسیدہ اور پرانے چھاپے والے چند میگزین ''ریختہ'' نے نیٹ پر دیے ہوئے ہیں، جنہیں دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک رسالہ دفاع صحابہ اور تحفظ اسلام کی خاطر لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا جب کہ اسی نام سے ایک رسالہ انڈیا کے شہر بارہ بنکی سے شائع ہوتا تھا۔

لکھنؤ سے شائع ہونے والے ''النجم'' کے سرورق پر امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں لکھا جاتا تھا، میرے سامنے ۱۹۳۳ کا ایک شمارہ ہے جس کے سرورق پر ''صاحب الادارۃ حجۃ الاسلام، امام اہل سنت مدظلہ مرقوم ہے، اس وقت'' النجم'' کے سرورق پر صرف اسلامی مہینے کی تاریخ درج کی جاتی تھی، ''النجم'' کے سرورق سے اندونی صفحے پر خریداروں کے لیے آسان ترین ہدایات کے ساتھ ''النجم'' کے مقاصد بھی بڑے واشگاف الفاظ میں لکھے جاتے تھے۔

النجم کے چھ اہم ترین مقاصد یہ تھے ① ''النجم'' کا اصلی مقصد حمایت اسلام ونصیحت مسلمین ہے۔ ② مسلمانوں کے اعتقادات وخیالات، خصائل وعادات، عبادات ومعاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت کی روح پھونکنا۔ ③ معاندین ومکابرین اسلام کے اندرونی وبیرونی حملوں کا دفاع عموماً اور روافض کے طعن واعتراضات کے خصوصاً جوابات اور تمام فرق ضالہ کے فتنوں کے دفاع کی بہترین

تدابیر سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔④جو اہل علم حضرات کارآمد، مذہبی مضامین، مہذب اور متین لہجے میں عنایت فرمائیں گے ''النجم'' میں ان کو شکریہ کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔⑤ سال بھر میں علاوہ ان مفید متفرق مضامین کے سلسلہ مائتین اور خصوصاً حضور سرور کائنات کے حالات، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق وعادات پر نہایت بہترین کتابیں پیش کی جائیں گی۔⑥ امام اہل سنت مولانا عبد الشکور صاحب مدیر ''النجم'' دامت برکاتہم کے قلم حق رقم سے نکلے ہوئے نصائح اور متبرک مضامین اوران کی بہترین تازہ تصانیف ہر پرچے کا جزء مخصوص ہوں گی۔

''النجم'' کی درخشاں تاریخ پر ایک نظر

۱۹۰۴ء میں ''النجم'' اس وقت منصہ شہود پر جلوہ گر ہوا جب ہندوستان کے گلی کوچے میں دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم گز گز کی لمبی زبانیں کھول کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہرزہ سرائی اور دشنام طرازی کرتے نہیں تھکتے تھے، صرف زبانوں سے ہی زہر افشانی نہیں کی جاتی تھی بلکہ اخبارات، جرائد اور رسائل کی شہ سرخیوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے شرعی مراتب ومقامات کو مجروح کیا جانے لگا تھا۔

فارس وایران کی یونیورسٹیوں اور کالجوں سے پڑھ کر آنے والے قبلے اور آیۃ اللہ سروں پر دستار اور شانوں پر جبے لہرالہرا کر اشتعال انگیزی میں مشغول ہوگئے تھے، ایسے میں اہل سنت والجماعت کے عوام وخواص مایوسی کے بحر ظلمات میں غرقاب ہونے لگے تھے، ایسے بے چین اور ناصبور حالات میں بشر کی بے چینی دور کرنے کے لیے امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر، تدریس، تفہیم کے ساتھ تحریر کا ایٹم بم بھی میدان میں لاکھڑا کر دیا، جو ''النجم'' کی شکل میں نمودار ہوتا اور ہر ہفتے دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں پر مونگ دلتا تھا، رفتہ رفتہ ہفت روزہ ماہنامے کی شکل

میں طلوع ہونے لگا۔

"النجم" جب مطلع صحافت پر جلوہ فگن ہوا تو اس وقت روافض کے پچیس اخبارات ورسائل تاریکیاں بانٹ رہے تھے، شر انگیزیاں پھیلا رہے تھے، اشتعال انگیزیوں میں شبانہ روز مصروف تھے، ان رافضی رسائل میں کھجوا ضلع سیوان سے نکلنے والا "اصلاح، لاہور سے نکلنے والا "شیعہ" دہلی سے شائع ہونے والا اثنا عشری لکھنؤ سے نکلنے والا روشنی، اسی طرح امامیہ، سہیل یمن، وہ رسالے ہیں جو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مسلمانوں کے خلاف میدان صحافت میں تاریکیاں بکھیر رہے تھے، ان میں کچھ تو وہ تھے جو "النجم" کی بلند آہنگی کا جواب دینے کے لیے مینڈکوں کی طرح ٹراتے تھے۔

"النجم" ۳۳سال تک بڑی آب وتاب سے زیور طباعت سے مرصع ہوتا رہا، شروع میں ہفت روزہ اخبار تھا، پھر کچھ عرصہ بعد ماہنامہ بن گیا، پھر ایک وقت آیا کہ ہفت روزہ بن گیا، پھر ماہنامہ کی شکل میں شائع ہونے لگا، حالات کی نامساعدگی کے پیش نظر اس کی اشاعت وطباعت میں تعطل بھی پیدا ہوتا رہا، ایک عرصہ بند رہنے کے بعد جب دوبارہ اس کی اشاعت کا آغاز ہوا تو سرورق پر دور جدید کے سابقے کا اضافہ کیا گیا، جو پرانے رسالوں پر دکھائی دیتا ہے۔

۱۹۰۴سے ۱۹۳۲تک "النجم" لگاتار امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی زیر ادارت شائع ہوتا رہا، اس دورانیہ میں زیادہ تر امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین ومقالات طبع ہوتے تھے، مختلف نظریاتی کتابوں کے تراجم "النجم" کے جامہ ولباس میں ہی شائع ہوتے رہے، ۱۹۳۲کے بعد ادارت کی ذمہ داری مولانا عبدالمؤمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے شانوں پر آگئی تھی، جن کا سانحہ ارتحال ۱۹۶۷ء کو پیش آیا تھا، یہ نوجوان ایڈیٹر ابھی ابھی تعلیمی دانشگاہوں سے دستار فضیلت لے کر میدان عمل میں جلوہ افروز ہوا تھا،

عہد شباب میں قلم سنبھالتے ہی اس نوجوان نے جوانوں اور بوڑھوں کے قلب و جگر میں ایمان وایقان کی نئی روح پھونک دی تھی، "النجم" کے پرانے قارئین کے اذہان و قلوب میں ایک تازہ ولولہ اور جذبہ پھونک دیا تھا۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے دورادارت میں "النجم" نے انقلابی انداز اختیار کیا، وقفے وقفے سے خصوصی اشاعتیں پیش کرنے لگے، جن میں خلافت نمبر، رسالت نمبر، عاشورا نمبر، خاتون نمبر، صحابہ نمبر، ذبیح اللہ نمبر، شہدا نمبر، ہجرت نمبر، مدح صحابہ نمبر، ناموس اسلام نمبر، احتجاج نمبر، امامت نمبر، استقلال نمبر، تحریک نمبر، کربلا نمبر، عتیق نمبر، کمیش نمبر نمایاں حیثیت کے حامل میگزین تھے، اے کاش! دارالمبلغین ہمت کرکے ان تمام رسائل وجرائد کو تلاش کرکے سپرد گلوبل ویلج کر دے، نیٹ پر ڈال دے تاکہ دنیا بھر میں لکھنوی مشن سے وابستگی اور محبت رکھنے والے اس عظیم علمی سرمایہ سے حظ وافر اٹھا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو سنی شیعہ نزاعی مسائل میں ایک امتیازی شان عطا فرما رکھی تھی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہمالیہ علم و کمال حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "اس سوال کا جواب مجھ سے اچھا مولوی عبدالشکور دیں گے"۔ اسی طرح شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ "شیعوں کے متعلق پوری معلومات تو مولانا عبدالشکور صاحب کو ہیں"۔ {منقول از مقدمہ تحفہ خلافت}

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا رسوخ فی العلم

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی رسوخ سے متعلق رقم طراز ہیں کہ

”جن لوگوں کو مولانا کے قریب رہنے کا زیادہ اتفاق نہیں ہوا، ان کو غالباً بالکل اندازہ نہیں ہوگا کہ ممدوح صرف مناظر و مصنف ہی نہیں بلکہ علمائے راسخین میں سے تھے، ناموراصحاب درس ہی کی سی ٹھوس علمی استعداد اوراپنے دائرہ میں مطالعہ بہت وسیع تھا، اس کے ساتھ قدرت نے حافظہ بے نظیر دیا تھا، راقم سطور نے اپنی عمر میں بہت کم حضرات ایسے قوی الحافظہ دیکھے ہیں، سلامتی فہم کے ساتھ ذہانت وذکاوت سے بھی اللہ تعالیٰ نے حصہ وافر عطا فرمایا تھا، ان سب چیزوں کے جمع ہونے کی وجہ سے خالص علمی حیثیت سے بھی مولانا کا مقام بہت بلند تھا، علوم دین کے مختلف شعبوں میں سے علم قرآن سے خاص شغف تھا، آپ کا سلسلہ تفسیر آیات آپ کے تدبر فی القرآن کی زندہ اور باقی رہنے والی شہادت ہے۔

(مقدمہ تحفہ خلافت)

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فنا فی القرآن والدین

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فنا فی القرآن والدین تھے، ان کی صفات و کمالات غماز وعکاس ہیں کہ واقعی وہ مقتدائے اہل اسلام، پیشوائے اہل سنت اور قابل اتباع بزرگ تھے، مولانا نعمانی لکھتے ہیں کہ

”حضرت مولانا لکھنوی کا نماز اور قرآن کے ساتھ خاص تعلق تھا، دوسری قابل ذکر خصوصیت قرآن مجید کے ساتھ حضرت مولانا کا خاص شغف و تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے چھ صاحبزادے عطا فرمائے (جن میں سے دو کا سامنے انتقال ہو چکا ہے) ان میں سے چار حافظ قرآن ہوئے اور دو بھائی اپنی بیماری کی وجہ سے پورا قرآن حفظ نہیں کر سکے تھے، اگرچہ حضرت مولانا نے اس کے لیے پوری کوشش فرمائی، مولانا پہلے خود حافظ قرآن نہیں تھے، لیکن اب چند سال قبل بالکل بڑھاپے

کے دور میں خود محنت کر کے حفظ کیااورزندگی کے ان چند اخیر سالوں میں تو بس تلاوت قرآن ہی کا دن رات شغل اور وظیفہ تھا، گزشتہ آٹھ دس سال میں صبح وشام جس وقت بھی حاضری کا اتفاق ہوایہی دیکھا کہ قرآن مجید سامنے ہے اوراس کی تلاوت میں مشغول ہیں، حالت یہ ہوگئی تھی کہ اپنے خاص اہل محبت اور نیاز مندوں تک کازیادہ آنا اور دوچار منٹ سے زیادہ بیٹھنا باعث گرانی ہونے لگا تھا، اس گرانی کا اظہار زبان سے تو میں نے کبھی نہیں سنالیکن دو تین ہی منٹ کے بعد چہرے سے محسوس ہونے لگتا تھا کہ انہیں شغل تلاوت کا یہ انقطاع شاق ہو رہاہے اور وہ منتظر ہیں کہ آنے والارخصت ہو تو وہ اپنے شغل میں مشغول ہوں"(منقول از تحفہ خلافت)

حضرت مولانامحمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے خاص موضوع کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"اگرچہ حسب ضرورت مولانانے مناظرے عیسائیوں سے بھی کیے، آریہ سماجیوں اور قادیانیوں سے بھی اوران کے علاوہ دوسرے فرقہ ہائے ضالہ سے بھی لیکن مولاناکاخاص موضوع شیعی حملوں سے صحابہ کرام اور مسلک اہل سنت کی حفاظت اوران کا دفاع اور مذہب شیعہ کی ضلالتوں کو واضح کر کے حجت قائم کرنا تھا اور یہ وہ موضوع ہے جو ہندوستان کے خاص تاریخی حالات کی وجہ سے اس ملک کے اکابر علماو مصلحین کی علمی اوردینی کوششوں کاصدیوں سے خاص موضوع رہاہے۔ {مقدمہ تحفہ خلافت}

امام اہل سنت کو جہاں قدرت کی طرف سے تکلم و تفہیم کی نعمت عطاکی گئی تھی وہاں رب کریم کے الطاف وکرم سے انہیں قلم کی روانی بھی عطاکی گئی تھی، ان کے قلم سے بہت سی تصانیف منصہ شہود پر جلوہ گر ہو کر رشد وہدایت کاذریعہ بنیں، ان میں سے چند تصانیف کی مختصر سی فہرست نذر قارئین کی جاتی ہے۔

امام اہل سنت کی گنج گراں مایہ تصانیف

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی فہرست ملاحظہ فرمایئے ① ترجمہ قرآن، اگرچہ "تحفہ خلافت" کے مقدمہ میں آپ کی کتابوں کی فہرست میں ترجمہ قرآن نمبر اول پر ہے مگر حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات میں اس ترجمہ کا بالکل انکار کیا گیا ہے، اس اقرار کے باوجود کہ "النجم" رسالے میں ترجمہ حضرت لکھنوی کا بار بار اعلان کیا جاتا رہا مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں یہ ترجمہ زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوا اور نہ ہی بعد میں ہوا۔

② سیرت خلفائے راشدین ③ شرح حدیث ثقلین ④ علم الفقہ، کہا جاتا ہے کہ برصغیر کی علمی تاریخ میں اردو زبان کے اندر فقہی مسائل کو کتابی شکل میں مدون کرنے کا سب سے پہلا کارنامہ آپ ہی کا ہے، علم الفقہ سے پہلے اردو زبان میں ایسی کوئی جامع اور مکمل کتاب موجود نہ تھی جو اہل علم کے ساتھ ساتھ عوام کے لیے بھی کارآمد اور مفید ہوتی۔ (حیات لکھنوی)

⑤ کشف الغطاء عن السنۃ البیضاء ترجمہ ازالۃ الخفاء مؤلفہ شاہ ولی اللہ ⑥ ترجمہ اسد الغابہ مؤلفہ علامہ عزالدین علی بن محمد بن عبد الکریم جزری معروف بابن اثیر جو دس مجلدات میں ہے، اس کا ترجمہ حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سلیس و سہل قلم سے کیا ہے ⑦ ترجمہ شمائل ترمذی ⑧ ترجمہ چہل حدیث مرتبہ مجدد الف ثانی۔

⑨ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کی خانہ تلاشی ⑩ کشف اللفافہ لاظہار مافی النبوۃ والخلافۃ شیعہ مجتہد لکھنوی نجم الحسن کی کتاب النبوۃ والخلافۃ کا دندان شکن جواب۔

⑪ وصّاف اردو ترجمہ الانصاف، امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف فقہی مسالک کے مابین پائے جانے والے اختلافات اور ان کے اسباب کے بارے میں عربی زبان میں الانصاف فی بیان سبب الاختلاف کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا، اس کا ترجمہ مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم حقیقت رقم سے ہوا۔

⑫ مجموعہ تفسیر آیات قرآنی (تحفہ خلافت) ⑬ مجموعہ مسائل مائتین (شیعہ کے دوسومتنازعہ، خانہ ساز اور فتنہ انگیز مسائل پر جاندار، شاندار اور لاجواب علمی تبصرہ وتجزیہ ⑭ تنبیہ الحائرین بحمایۃ الکتاب المبین، جس میں تحریف قرآن کریم کے قائلین کے مسکت اور دندان شکن دلائل سے دانت کھٹے کیے گئے ہیں۔

⑮ تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان مؤلفہ حافظ ابن حجر مکی ہیثمی ⑯ نفحۂ عنبریہ بذکر میلاد خیر البریہ، مسلمان بچوں اور بچیوں کے تعلیمی سلسلہ میں اہم ترین کتاب ہے، نبی کریم ﷺ کے جامع حالات کا مرقع ہے، یہ اس زمانے میں ہندوستان کے تعلیمی اداروں میں داخل نصاب تھی۔ ⑰ ترجمہ فقہ اکبر، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فقہ اکبر عربی زبان میں ہے جس کا ترجمہ امام اہل سنت کے قلم مبارک سے النجم لکھنؤ میں بالاقساط شائع ہوتا رہا، اس ترجمہ میں امام اہل سنت سے اپنی طرف سے حواشی بھی لکھے ہیں اور معاً وضاحت بھی فرمائی ہے کہ یہ وضاحت مترجم کی طرف سے ہے۔

⑱ کتاب الصلاۃ ⑲ سیرت خیر البریہ ⑳ سیرت الحبیب الشفیع من الکتاب العزیز الرفیع ملقب بہ مختصر سیرت نبویہ ㉑ کرامات موسویہ، گجرات کے ایک ولی کامل اور صاحب دل بزرگ حضرت شیخ موسیٰ جی ترکیسری کے احوال وسوانح عمری ㉒ الخطبۃ الشوقیہ فی حضرت المجددیہ، اس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال زندگی قلم بند کیے گئے ہیں۔ ㉓ ہدایت اہل امریکہ، ریاست متحدہ امریکہ کے جزیرہ ٹرینی ڈاڈ کے مسلمانوں کے کچھ ضروری سوالات جو انہوں نے قادیانیت کے بارے میں کیے تھے ان کے تشفی بخش جوابات اس رسالہ میں دیے گئے ہیں۔

㉔ القول الاحکم، یہ رسالہ قادیانیت کی تردید میں لکھا گیاہے، اس میں حیات مسیح کے بارے میں لکھا گیاہے۔ ㉕ آیات محکمات (فارسی) ㉖ تحریف کی خانہ

ساز حقیقت کا جواب (۲۷) ابوالائمہ کی تعلیم ،اس سے مراد حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی تعلیم ہے، بہت نافع اور مفید رسالہ ہے۔(۲۸) احیاء المیت فی تحقیق الآل واہل البیت (۲۹) نصرت غیبیہ (۳۰) ترجمہ تاریخ طبری (۳۱) قاطع اللسان بجواب دافع البہتان (۳۲) کتاب الفتاویٰ۔

(۳۲) مقدمہ تفسیر آیات خلافت وامامت (۳۳) سلک المرجان فی مصادر القرآن یہ عظیم الشان کتاب علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی الاتقان کی طرز پر شروع کی گئی تھی، جس کی چند اقساط النجم رسالہ میں ارباب ذوق تک پہنچی تھیں، مگر مکمل کتابی شکل میں کہیں دیکھی نہیں گئی۔(۳۴) تفسیر آیت استخلاف اگرچہ یہ رسالہ تحفہ خلافت کے مجموعہ میں موجود ہے مگر الگ بھی دستیاب ہے۔

(۳۵) تفسیر آیت مودۃ القربیٰ یہ رسالہ بھی تحفہ خلافت میں موجود ہے ،الگ بھی ہے۔(۳۶) وظیفہ مدح صحابہ ،آیت فئے کے ذیل میں حضرات صحابہ کرام کا لاجواب اور محیر العقول تذکرہ کیا گیا ہے۔(۳۷) تفسیر آیات حفاظت قرآن۔ (۳۸) تفسیر آیت تطہیر (۳۹) تفسیر آیت میراث۔(۴۰) تفسیر آیت قتال مرتدین۔(۴۱) تفسیر آیت ولایت۔(۴۲) تفسیر آیت تمکین (۴۳) تفسیر آیت دعوت اعراب (۴۴) تفسیر آیت مباہلہ (۴۵) تفسیر آیت اولی الامر (۴۶) تفسیر آیات ملک طالوت (۴۷) تفسیر آیات اظہار دین (۴۸) تفسیر آیاتِ مدح مہاجرین (۴۹) تفسیر آیت بلیغ (۵۰) تفسیر آیات امامت۔

(۵۱) تفسیر آیات مذمت منافقین (۵۲) تفسیر آیات متفرقہ (۵۳) تفسیر آیت معیت (۵۴) تفسیر آیت رضوان (۵۵) تحفۃ الانصاف لصاحب الاختلاف فی تفسیر آیت الاستخلاف (۵۶) رسالہ ہدایت بجواب غوابت در دو حصص۔

(۵۷) مختصر سیرت قدسیہ ،مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عظمی عطا فرما رکھی تھی کہ وہ ہر سال ربیع الاول شریف میں اپنے میگزین النجم میں

سیرت النبی ﷺ کا خصوصی تذکرہ کرتے تھے، اسی لیے سیرت کے موضوع پر ان کی کئی کتابیں دستیاب ہیں۔

(۵۸) در فرید، مسئلہ تقلید پر ایک مختصر رسالہ۔(۵۹) اول المومنین، امام شاہ ولی اللہ کی کتاب ازالۃ الخفاء کے مقصد دوم میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے، جسے مآثر جمیل کا نام دیا گیا ہے، اس کا ترجمہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اول المومنین کے نام سے کیا ہے، جسے النجم میں بالاقساط شائع کیا گیا۔

(۶۰) شجرہ طیبہ ،اس رسالہ میں حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے روحانی معالجین کا تذکرہ کیا ہے۔(۶۱) راحۃ القلوب بذکر المحبوب، اس میں پیران طریقت کے احوال وسوانح مرتب فرمائے ہیں، اس میں آپ نے اپنے احوال بھی ذکر فرمائے ہیں، مکمل تحریر نہیں فرما سکے۔

(۶۲) افاضۃ العینین علی شہادۃ الحسنین ملقب بہ تحقیق شہادت نامہ (۶۳) باقیات الصالحات فارسی ترجمہ آیات بینات۔(۶۴) مدح صحابہ کی مخالفت میں آیت قرآنی سے غلط استدلال اوراس کا جواب۔(۶۵) مدح صحابہ شیعوں کی معتبر کتابوں سے ۔

(۶۶) ارشاد الامم بجواب مصباح الظلم ۔(۶۷) نصرۃ الشریعہ شرح نصیحۃ الشیعہ (۶۸) ترجمہ وتحشیہ تحفہ اثناعشریہ۔(۶۹) عقل سلیم اور صراط مستقیم۔(۷۰) ائمہ اثناعشر اوران کا مذہب۔(۷۱) القول الصواب، اہل علم کی نظر سے یہ کتاب اگرچہ نہیں گزری مگر لکھنؤ سے طبع ہونے والے ہفت روزہ حرم میں مئی ۱۹۶۴ء میں اس کتاب کا حوالہ دیا گیا، جسے مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۷۱) حرمت متعہ کا ثبوت آیات قرآنیہ سے۔(۷۲) کشف الاستار یعنی کتاب الاستبصار کا اردو ترجمہ وتنقید۔(۷۳) معجزۃ القرآن۔شیعہ مولوی سید علی نقی کی کتاب تحریف قرآن کی حقیقت کا تسلی بخش جواب۔(۷۴) نصرۃ القرآن یہ مصنف مذکور کی کتاب تحریف قرآن کی حقیقت کے آخری حصہ کا مستقل جواب ہے۔

(۷۵) قصہ قرطاس کا مختتم فیصلہ ، سرزمین لکھنؤ پر ادھم مچانے والے شیعی رسالہ "سہیل یمن" کی شر انگیزیوں کا مسکت جواب۔(۷۵) تفضیح الجائرین یہ الگ رسالہ ہے جو حضرت لکھنوی نے اپنی کتاب تنبیہ الحائرین کے تکملہ کے طور پر لکھا ہے۔
(۷۶) انتصارالاسلام بر داستقصاء الافخام یہ رسالہ مولانا لکھنوی کے چند چیدہ اور چنیدہ مضامین وقیعہ کا مجموعہ ہے ہے۔(۷۷) مولوی اعجاز حسن بدایونی کا جواب۔
(۷۸) مناظرہ اوراظہار حق، جب مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشن کا آغاز کیا تو بالکل ابتدائی زمانے میں آپ نے یہ ضخیم جلدیں مرتب فرمائی تھیں، جس میں اہل سنت کے ناقدین، مخالفین، معاندین اور حاسدین کی جملہ کتب شیطانیہ کو نہ صرف کھنگالا بلکہ ان کے حصے بخرے کیے اوراہل سنت کے ہاتھ میں ایک تحفہ نایاب تھمادیا۔
(۷۹) اقامۃ البرہان علی ان الشیعۃ اعداء القرآن۔(۸۰) قطع الوتین من الذی یستبدل الشک بالیقین (۸۱) نہایۃ الخسران لمن ترک القرآن (۸۲) اجوبۃ المتحرفین فی ترک الکتاب المبین (۸۳) تحذیر المسلمین عن خداع الکاذبین (۸۴) الحجۃ القویۃ بذکر مواقع التقیہ (۸۵) التحفۃ البہیہ فی نتائج التقیہ (۸۶) مسئلہ بداکی تحقیق (۸۷) شرح مسئلہ امامت درسہ حصص (۸۸) مقدمہ جائس
(۸۹) نصرۃ الغیبیہ علی الفرقۃ الشیعہ (۹۰) ازاحۃ العیب عن مبحث علم الغیب ، مولاناعین القضاۃ لکھنوی کی عربی کتاب کااردوترجمہ ہے، جس میں عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا گیاہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے۔(۹۱) رفع النزاع عمایتعلق بالسماع، گانے بجانے کی حرمت پر یہ بہت ہی مفید رسالہ ہے۔
(۹۲) صداقت کانشان بجواب نبی کی پہچان، یہ رد قادیانیت پر لکھی گئی ہے۔
(۹۳) نبوت کی ضرورت، النجم لکھنؤ میں یہ رسالہ شائع کیا گیاہے۔(۹۴) تحفہ محمدیہ ،اس رسالہ کے بارے میں کوئی معلومات میسر نہیں ہوئیں، البتہ صاحب سوانح لکھنوی کہتے ہیں کہ ہفت روزہ حرم لکھنؤ نے اس کا حوالہ دیا ہے۔

(۹۵) تحفۃ الاسلام لجمیع الاقوام۔(۹۶) صیحہ رنگون بر پیروان دجال زبون۔(۹۷) صولت محمدیہ بر فرقہ غلمدیہ۔(۹۸) شیعوں کے قبلہ وکعبہ ایڈیٹر اصلاح کی ہزیمت۔ (۹۹) فتح مبین براعدائے ختم المرسلین۔(۱۰۰) مناظرہ بمبئی موسم بہ اسم تاریخی ''ردمذہب شیعہ''۔

(۱۰۱) مباحثہ چکوال۔(۱۰۲) مباحثہ مکیریاں ضلع ہوشیارپور۔(۱۰۳) شکست عظیم باعدائے قرآن کریم ملقب بہ الزلزال فی اول السوال۔(۱۰۴) ہزیمت شیعان (۱۰۵) شفائے روحانی۔(۱۰۶) روداد مباحثہ منٹگمری (۱۰۷) نصرت آسمانی بر فرقہ رضاخانی۔

(۱۰۸) مناظرہ کچھوچھہ مشمولہ نصرت آسمانی۔(۱۰۹) عبرت نظارہ درواقعہ نانیارہ۔ (۱۱۰) فتح حقانی بر فرقہ رضاخانی۔(۱۱۱) مناظرہ پورینی (۱۱۲) تحفہ ایمانی، مناظرہ ساونت واری کوکن۔(۱۱۳) صواعق آسمانی برفرقہ رضاخانی۔(۱۱۴) اسلام میرامذہب۔(۱۱۵) بطلان مذہب شیعہ۔

(۱۱۶) تعاقب قادیانیت (۱۱۷) تقیہ کی حقیقت (۱۱۸) سیرت کے نقوش۔(۱۱۹) شیعہ اور قرآن (۱۲۰) شیعہ کے چالیس مسائل۔(۱۲۱) شیعوں میں اشتہاربازی۔(۱۲۲) مقام صحابہ قرآن کی روشنی میں۔ (۱۲۳) مکتوبات امام اہل سنت۔(۱۲۴) یازدہ نجوم۔

راقم الحروف سے کوئی پوچھے کہ تذکرہ تو پوتے کا کرنا تھا مگر آپ نے دادا کی تاریخ بیان کرنا شروع کر دی، اس سوال پر میرے پاس یہ جواب ہے کہ جس شاخ کا تذکرہ ہم کرنا چاہتے ہیں وہ اسی گل سرسبد کی ایک شاخ ہے، جب تک اس شجر ثمربار کا تذکرہ نہیں کیا جائے گا تب تک اس کے پھل اور اس کے ذائقے کا پتہ نہیں چل پائے گا، امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی اس مختصر سوانح عمری سے ہمیں اگلی منزل تک

پہنچنا سہل ہو جائے گا، یہ تذکرہ مخبر مافی لمضمون ہو گا، یہ تذکرہ صرف برکت اور صفحات کو بڑھانے کے لیے نہیں بلکہ تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے روح رواں، قافلہ اہل حق کے حدی خواں اور اس کے پیروکاروں کی شان پر علی وجہ البصیرت لکھنے کے لیے ممد و معاون ثابت ہو گا۔

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا ذکر خیر

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے رخت سفر باندھ کر دار البقاء کی سمت روانہ ہو گئے، ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء کو پیر کے دن نماز عصر کے بعد انہوں نے اس جہان فانی کو الوداع کہا، ان کی خبر وفات جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی تھی، سارا ہندوستان گویا کہ آج کے دن یتیم ہو گیا تھا، ہفت روزہ حرم لکھنؤ میں امام اہل سنت نمبر کے ایک مضمون نگار مولانا علیم اللہ نوری لکھتے ہیں

" اس وقت کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جو پھوٹ پھوٹ کر نہ رو رہا ہو، دیکھنے سے بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت سو رہے ہیں، چہرہ کی چمک کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس وقت وہاں موجود تھے، غرضیکہ چہرہ اور آنکھوں وغیرہ کے دیکھنے سے یہ کسی طرح سے یقین نہیں ہوتا تھا کہ حضرت اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں، چہرہ مبارک خود بخود قبلہ کی جانب ہو گیا تھا، داڑھی اور سر کے بالوں کو دیکھ کر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ آسمان سے نور کی بارش ہو رہی ہے۔ (ہفت روزہ حرم لکھنؤ، امام اہل سنت نمبر بحوالہ حیات امام اہلسنت ص ۶۷۷)

حضرت بالائی منزل سے نیچے کی طرف جب آنے لگے تو پاؤں پھسل گیا تھا، چوٹ آئی تھی، اس وقت جو شخص وہاں قریب میں موجود تھا اس کا نام مولانا عبد السلام تھا، یہ حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا اور چارپائی تک پہنچایا، تجہیز و تکفین کے عمل

میں جو شریک رہا وہ یہی مولانا عبد السلام تھے، سپر د پاتال کرنے والوں میں دو بیٹے پاتال میں اترے تھے ان میں ایک یہی عبد السلام تھے، نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی اسی فرزند کو ملی جنہیں عبد السلام کہا جاتا ہے، یہی عبد السلام مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری جو مولانا عبد الحی فاروقی نے سنہرے حروف میں مرتب فرمائی ہے اس میں ان کی اولاد کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے، ان میں مولانا عبد السلام فاروقی کے احوال حیات قلم بند کرتے ہوئے مولانا عبد الحی فاروقی فرماتے ہیں

"آپ کی پیدائش ۱۹۰۷ء میں اپنے آبائی وطن کاکوری ضلع لکھنؤ میں ہوئی، ابتداءً تعلیم کا آغاز گھریلو طور پر ہوا، پھر ہوش سنبھالنے کے بعد مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں لا کر داخل کر دیے گئے، وہاں آپ نے مشہور و معروف استاذ حافظ قاری عبد الصمد صاحب اور حافظ غلام رزّاق صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔

تجوید کی تعلیم اور مشق شیخ القراء قاری عبد المالک صاحب سے کی، حفظ و قرآت سے فراغت کے بعد متوسطات اور بعض علیاء کی کتابیں لکھنؤ میں اپنے والد ماجد مولانا لکھنوی، اپنے چچا حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب فاروقی اور مولانا سید علی زینبی امروہوی سے پڑھیں۔

اسی عرصہ میں شعبہ السنہ شرقیہ لکھنؤ یونیورسٹی کے بعض امتحانات میں بھی شرکت کر کے اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کی تھی، ایک سال تک اپنے بڑے بھائی مولانا حافظ عبد الغفور کے ساتھ مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی جہاں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری بھی آپ کے استاذ تھے پھر وہاں سے مدرسہ عالیہ عربیہ امروہہ ضلع مراد آباد آگئے، کچھ عرصہ کے بعد والد ماجد

نے آپ کو مظاہر علوم سہارنپور بھیج دیا، جہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور بعض دیگر اساتذہ سے کسب علم کیا۔

اس کے بعد دو سال کے لیے آپ دارالعلوم دیوبند آ گئے، جہاں ۱۹۳۰ میں آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی، حضرت مدنی کے علاوہ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں جن اساتذہ سے استفادہ کیا تھا ان میں حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب، علامہ ابراہیم بلیاوی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے اسماء گرامی خاص طور پر لائق ذکر ہیں، بعض قرآئن سے پتہ چلتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد سے فن مناظرہ کی اعلیٰ کتابیں پڑھ کر اس کی مکمل تربیت بھی حاصل کی تھی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد انجمن اسلامیہ گورکھپور کے مدرسہ میں جو اس زمانہ میں مشرقی یوپی کی مشہور دینی درسگاہ تھی، درس دینا شروع کیا، جس کا سلسلہ ۱۹۳۶ء تک چلتا رہا، اس دور کے شاگردوں میں تبلیغی جماعت کے مشہور بزرگ وعالم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اور مشرقی یوپی کے مشہور طبیب حکیم وصی احمد گورکھپوری قابل ذکر ہیں۔

اس دوران لکھنؤ میں دارالمبلغین کا قیام عمل میں آچکا تھا چنانچہ بانی مدرسہ حضرت لکھنوی نے ۱۹۳۶ء میں آپ کو لکھنؤ بلا کر دارالمبلغین میں تدریس کی ذمہ داری سپرد کر دی، جہاں ایک وقت وہ آیا جب کہ انھوں نے اپنی پیرانہ سالی کے پیش نظر آپ کو مہتمم مدرسہ وصدرالمدرسین مقرر کر کے اپنے کو سبک دوش کر لیا۔

مولانا عبد السلام صاحب نے اپنی ساری زندگی دارالمبلغین کی خدمت میں گزار دی اور بانی مدرسہ کی زیر سرپرستی ہر طرح کی تدریس میں بھرپور حصہ لیا اور

پورے انہاک ودل جمعی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیے، آپ کے اس طویل تدریسی دور میں جن مشاہیر نے دارالمبلغین میں آپ سے شرف تلمذ حاصل کیاان میں چند حضرات یہ ہیں۔

مشہور مناظر مولانالال حسین اختر پاکستان، مولاناانصارالحق امروہوی سابق شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ چلہ امروہہ، مولاناعبدالحق صاحب مؤلف اشرف السوانح، مولاناعبدالحق غازی پوری سابق پیشکار دارالعلوم دیوبند، مولانااحمد حسین بخاری پاکستان، مولانانورالحسن بخاری پاکستان، مولانا قاری محمد صدیق لکھنوی، مولانا کلیم اللہ الہ آبادی، مولاناسید ہدایت جہاں بستوی، سابق مبلغ دارالعلوم دیوبند، مولانا نبی رحم بستوی، مولانامحمد سلیمان خیر آبادی اعظمی سابق شیخ الحدیث بیت العلوم مالیگاؤں مولاناعبدالسلام زیدپوری سابق شیخ الحدیث مدرسہ مدینۃ العلوم رسولی، بارہ بنکی، مولانامحمد عمر مبارکپوری، مولانامحمد یحیٰ مبارکپوری، مولانا کلیم اللہ بہرائچی، مولانا مجیدالدین اثرزبیری، مولاناحکیم عبدالباری شاد بہرائچی، مولانا بلالی علی آبادی، مولانامبین الحق صاحب فتح پوری شیخ الحدیث جامع العلوم کانپور، مولوی قاری عبدالرزاق گونڈوی۔

ردشیعیت کے سلسلہ میں ممتازعالم دین اور مبلغ مولاناعبدالستار تونسوی پاکستان، مولاناجمال الدین غازی پوری، مولانابشیر حسن لکھنوی، مولانامحمد حنیف آروی، مولاناحکیم الطاف حسین غازی پوری، مولانا نجم الدین احیائی مبارکپوری، مولاناسمیع الدین تمبوری سیتاپوری اور مولاناولی محمد صاحب سیتاپوری۔

حضرت لکھنوی کی حیات تک دارالمبلغین میں مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلباء کو مناظرہ اور مختلف مذاہب ومسالک کے تقابلی مطالعہ کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی، مگر ان کے بعد جب مدرسہ کی ساری ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی تو آپ نے

اپنے رفقاء کے تعاون سے مدرسہ کی اس بنیادی خصوصیت کوبدستور باقی رکھتے ہوئے کچھ جدید شعبہ جات بھی کھولے تاکہ دارالمبلغین کی برکات وخدمات کادائرہ اوروسیع ہوجائے۔

چنانچہ جب ۱۹۶۱ء میں مدرسہ میں ایک نئی شاخ خزینۃ العلوم کے نام سے قائم ی گئی اوراس میں درس نظامی کی تعلیم کا بھی بندوبست کیاگیا اورحفظ وناظرہ کے درجات کا بھی اضافہ کیاگیاتو اہل محلہ واہل شہر اورآس پاس کے علاقے کے لوگوں کو بہت فیض پہنچااور معصوم بچوں کے ذریعہ کتاب اللہ کی دلنواز تلاوت سے پورا علاقہ گونج اٹھا۔

آپ کے دور میں اس سے دارالمبلغین کی نشاۃ ثانیہ عمل میں آئی، طلباءواساتذہ کی تعداد میں اضافہ ہوا، اقامتی طلباء کی تعداد بڑھنے سے مدرسہ کی طرف سے باقاعدہ مطبخ کابندوبست کیاگیا، اس طرح دارالمبلغین کی وہ عمارت جس میں مدرسہ قائم تھااور خود حضرت لکھنوی نے جس میں اپنی حیات کے آخری تیس پینتیس سال گزارے تھے ناکافی محسوس ہونے لگی ،لہذا مخلصین کی خواہش واصرار پر احاطہ شیخ شوکت علی کو جہاں سے حضرت لکھنوی نے اپنی پوری تحریک کا آغاز کیا تھا، خریدنے کابندوبست کیاگیاتھا، مگر افسوس آپ کی زندگی میں یہ معاملہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔

مولاناعبدالسلام صاحب علیہ الرحمۃ انتہائی ذہین اوربے باک شخصیت کے مالک تھے، نمود ونمائش، ظاہری شان وشوکت اورعالمانہ تام جھام سے کوسوں دور تھے، بے حد سادگی پسند، انتہائی منکسر المزاج اورہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہونے کابے پناہ جذبہ رکھتے تھے، یہ سب خوبیاں کیوں نہ ہوتیں جب کہ آپ کے والدماجد حضرت لکھنوی قدس سرہ خود بھی آپ کے لیے یہ دعافرماگئے تھے

”میری دعاہے کہ اللہ تعالیٰ تم کواگر پدر

نتو اند پسر تمام کند کا مصداق بنادے۔ آمین“

مضبوط اور گھٹے ہوئے صحت مند جسم پر ململ کا لمبا کرتہ اور مردانی شلوار جس کو ہمارے عرف میں ”شرعی پاجامہ“ کہتے ہیں، پیروں میں ہلکا پھلکا سیاہ یا کتھی رنگ کا جوتا اور سر پر دو پلی ٹوپی یہ آپ کا عمومی حلیہ تھا، سردیوں میں کبھی کبھی عمامہ او صدری بھی استعمال کرتے تھے۔

ہمیشہ ہر موسم میں نماز فجر سے پہلے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا معمول تھا، چہرہ پر علم و فضل، تقویٰ وطہارت، انابت الی اللہ اور **سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ** کی تابانی بدرجہ اتم تھی، سنت نبوی کی اتباع میں اپنے گھر کا بیشتر کام خود انجام دیتے تھے اور صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے اعزاء اقرباء کے گھروں میں جا کر ان کے کاموں کو بھی اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔

اپنے وقت کے جید حافظ تھے اور بہت اچھی صحت وہمت کے مالک تھے، اس لیے عموماً ہر سال رمضان المبارک میں چار قرآن مجید تراویح کے اندر مختلف مساجد میں سناتے تھے، ان کے عزم وارادہ اور عالی ہمتی کے سامنے اچھے اچھے نوجوان پس پشت ہو جاتے تھے۔

وہ اپنے تمام معاملات میں رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کرتے تھے، اس طرح علم و عمل کے ہر میدان میں وہ اپنے والد کے عظیم بیٹے ثابت ہوئے اوران کی نیابت وجانشینی کا پورا پورا حق ادا کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی بار اپنے والد کی معیت میں سفر حج کی سعادت بھی عنایت فرمائی تھی، جہاں انوار الٰہی، فیضانِ رسالت اور برکاتِ صحابہ و تابعین سے اپنے دامن مراد کو مالا مال کیا تھا۔

(حیات مولانا لکھنوی مؤلفہ مولانا عبد الحی فاروقی ص ٦٨٦)

مولانا عبد الحی فاروقی لکھتے ہیں کہ

" والد گرامی کی وفات کے بعد اودھ اور بالخصوص لکھنؤ کے اہل سنت کے مسائل سلجھانے کی ذمہ داری اور دینی حلقوں کی رہنمائی آپ کے سپرد ہوئی جسے آپ نے بڑی خیر وخوبی، دوراندیشی، تحمل وبردباری اور عزم واستقلال کے ساتھ انجام دی، آپ تشدد اور ٹکراؤ کے خلاف تھے اور مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں حزم واحتیاط، غور وتدبر اور صبر وبرداشت سے کام لیتے تھے، عوامی خدمت اوراہل شہر کی معاونت کا جذبہ بھی آپ میں بے حد تھا۔

چنانچہ ۱۹۶۰ء اور پھر ستمبر ۱۹۷۱ء میں جب لکھنؤ میں دریائے گومتی میں سیلاب آیا جس میں شہر کا ایک بڑا حصہ زیر آب ہو گیااور لاکھوں لوگ بے گھر وبے در ہوگئے اس موقع پر آپ نے دارالمبلغین کی جانب سے ٹیلہ شاہ پیر محمد پر ایک ریلیف کیمپ قائم کیا، جہاں سے ہزاروں لوگوں کو روزانہ کھانے، کپڑے اور دواؤں کی شکل میں امداد بہم پہنچائی جاتی تھی، اسی موقع پر وزیر اعلیٰ یوپی اور ہندوستان کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی بھی سیلاب زدہ لوگوں کی امداد کے لیے لکھنؤ آئی تھیں اورانہوں نے بچشم خود دارالمبلغین کے ریلیف کیمپ کو دیکھ کر حضرت مولانا عبدالسلام صاحب کے عوامی جذبہ خدمت کو خراج تحسین پیش کیا تھا اور یہ الفاظ کہے تھے

" یہ کام ہمارا (حکومت کا) تھا جس کو ایک مذہبی ادارہ نے اس حسن وخوبی سے انجام دیا کہ حکومت کی پوری مشنری بھی انجام نہ دے پائی "(روئیداد دارالمبلغین لکھنؤ مرتبہ مولانا عبدالسلام فاروقی ص۷ بحوالہ حیات لکھنوی ص۶۸۶)

مولانا عبدالحی فاروقی لکھتے ہیں کہ

" امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں آپ کسی رورعایت کے قائل نہ تھے اور ہر موقع پر حق گوئی اور بے باکی کے ساتھ امر حق کو واضح کر دیتے

تھے، آپ کی خدمات میں سب سے زیادہ لائق ذکر چیز دارالمبلغین کی بقااور اس کی ترقی ہے، اسی طرح لکھنؤ کے پندرہ روزہ "شہدائے اسلام" کے جلسوں کا حسب دستور قدیم انعقاد عمل میں آتے رہنا آپ ہی کی بیدار مغزی اور فرض شناسی کا جیتا جاگتا نمونہ ہے، تحریک مدح صحابہ کے اولین قائدین میں آپ کا شمار ہوتا تھا اس سلسلہ میں کئی بار قید وبند کی سزائیں بھی کاٹیں اور جانی ومالی نقصانات بھی برداشت کیے۔(حیات لکھنوی)

مولاناعبدالسلام فاروقی صاحب نے دوشادیاں کی تھیں، پہلی زوجہ سے نباہ نہ ہوسکنے پر جدائی ہوگئی تھی، جب کہ دوسری اہلیہ دیندار سید گھرانے سے تھیں، ان سے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطاء فرمائی، ان میں سب سے بڑے حضرت مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

مولاناعبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ خیر

ہمارے عہد طالب علمی میں دنیاابھی گلوبل دیہات کی شکل میں نہیں آئی تھی، نیٹ کازمانہ نہیں تھا، جس سے استفادہ کرتے ہوئے ہم ان کی اگلی نسل سے متعارف ہوتے، لیکن کاری گری قدرت کی ہے جب وہ کسی سے آشنااور شناسا کرنا چاہتاہے تواس کے اسباب ووسائل خود ہی مہیا کردیتاہے۔

ابھی جب مجھے دارالمبلغین لکھنؤ سے حضرت مولاناعبدالباری فاروقی صاحب دامت فیوضہم کاگرامی نامہ موصول ہوا تویقین جانیے کہ میرے تن بدن میں مسرت وشادمانی کی وہ لہر دوڑی کہ میرے پاس اس کے اظہار کے لیے الفاظ نہیں ہیں، اگر الفاظ مل بھی جائیں تومیں ان کوادا کیسے کروں، لیکن سرزمین لکھنؤ سے ملنے والے اس نامہ وپیام کوپڑھ کرمیں نے اپنی تمام ترمصروفیات ایک طرف رکھ دیں اور اپنی سعادت سمجھتے ہوئے اسی کام میں مشغول ہوگیاہوں۔

۲۴ اپریل ۲۰۲۴ء کو دار فانی کی طرف عازم سفر حضرت مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر، بیانات کہیں کہیں سوشل میڈیا پر باصرہ نواز ہوتے تھے، مگر سکرین سے بڑی سرعت کے ساتھ اوجھل ہو جاتے تھے، پھر دنیا کی رِیت پرانی ہے کہ یہاں زندگانی میں نہیں رحلت کے بعد قدر پہچانی جاتی ہے، پھر راز پنہانی سے نقاب اترتے ہیں جس سے کسی بندہ پروردگار کی خوبیوں اور صلاحیتوں کا پردہ فاش ہوتا ہے۔

راقم سطور نے امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے احوال زندگانی اسی لیے پہلے قلم بند کیے ہیں تاکہ عظیم دادا کے عظیم پوتے تک رسائی بآسانی ہو سکے، پڑھنے والوں اور سننے والوں کے کانوں کی دہلیز سے جب ان کے مناقب و محامد مس کریں تو انہیں اندازہ ہو جائے کہ ہم کس عظیم شجرہ کے گل سرسبد کے تذکرہ سے مشام جان کو معطر کر رہے ہیں، مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ خیر سے ،ان کی تحریکی خدمات سے، ان کی اصلاحی اور نظریاتی جدوجہد سے جب نقاب اٹھتا ہے تو یقین جانیے کہ قلب و جگر کو ایک ناقابل بیان فرحت و شادمانی ملتی ہے۔

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے، آپ کے والد گرامی کا نام مولانا عبد السلام فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تھا، جن کا ذکر خیر ہم مولانا عبد الحی فاروقی صاحب کی مرتب کردہ شاندار، جاندار اور لاجواب کتاب حیات مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے سطور بالا میں نقل کر چکے ہیں۔

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، آپ کی ولادت پاکستان و بھارت کے قیام کے ایک سال بعد ہوئی،۱۹۴۸ء میں آپ جنم افروز ہوئے،انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم سرزمین لکھنؤ کی دانشگاہوں میں رہ کر حاصل کی، وہ فارسی، عربی اور انگریزی زبانیں سیکھنے کسی دیار غیر نہیں گئے بلکہ

یہیں رہ کر ان زبانوں پر عبور حاصل کیااورابتدائی درجات کی تعلیم عمدہ طریقہ سے حاصل کی۔

جامعہ حسینیہ لکھیم پور، جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کے اساطین علم وعرفان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے اور دستار فضیلت حاصل کی، وکی پیڈیامیں آپ کے حالات کے ذیل میں لکھاہے کہ

"انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم لکھنؤمیں حاصل کی اور عربی کی تعلیم جامعہ حسینیہ محمدی لکھیم پورمیں حاصل کی، پھرانہوں نے مظاہرعلوم سہارنپور کا سفر کیااوروہاں داخلہ لے کر۱۹۶۶سے ۱۹۶۸ءتک اکتساب فیض کیا،شرح جامی سے مشکوٰۃ المصابیح تک کی کتابیں یہاں پڑھیں"۔

ان کے اساتذہ مظاہرعلوم میں محمد یونس جونپوری بھی شامل تھے،زمانہ طالب علمی مظاہرعلوم میں وہ ناظم مظاہرعلوم محمد اسعد اللہ رام پوری کے خادم تھےاور ان سے علمی اورروحانی طورپراستفادہ بھی کرتے رہے، بعدمیں شیخ الحدیث حضرت مولانامحمد زکریاکاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندارجمند حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر سلوک وروحانیت کے لیے دست گرفتہ ہوئے،ان سے بیعت کی،پھر سلسلہ چشتیہ میں ان سے مجاز بیعت بھی ہوئے۔

مظاہرعلوم کے بعد فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کی طرف اپناتعلیمی رخت سفر باندھا،جہاں ہمالیہ علم وعرفان براجمان تھے،۱۹۶۹ء میں اسی دانش گاہ علم وفضل سے دستار فضیلت لی،بخاری جیسی اصح الکتاب بعدکتاب اللہ پڑھنے کی سعادت حضرت مولانافخر الدین مرادبادی سے حاصل کی۔

یہاں یہ بات عرض کروں کہ جب علم وعرفاں کایہ آفتاب وماہتاب اپنی طالب علمانہ زندگی کی مبادیات سے فراغت پارہاتھااسی سن ۱۹۶۹ءمیں اپنے اکابرین

واسلاف کے خوانِ علمی کا خوشہ چین راقم الحروف اس دنیا فانی میں وارد ہوا تھا، بندہ کی پیدائش اسی سال کے ۱۵ نومبر کی ہے۔

سند فراغت وصولنے اور تاج فضیلت سر پر سجانے کے بعد وہ دارالعلوم دیوبند سے اپنے جد امجد مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ دارالمبلغین میں جلوہ افروز ہوئے، جہاں انہوں نے اس گلشن کی آبیاری میں اپنی صبح وشام ایک کردی۔

فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگانی کی تکمیل ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم اور مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے عظیم مشن پر ہوئی، یہی تسلسل ان کی اولاد میں بھی رہا، مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے دفاع ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم، مدح صحابہ رضی اللہ عنہم اور ردّ قدح صحابہ رضی اللہ عنہم کا مشن وراثت میں پایا تھا، وہ روافض، خوارج اور اہل بدعت کے خلاف شمشیر براں لیے میدان علم وعمل میں اتر آئے تھے، انہیں ان کی علمی قابلیت وکمال استعداد کے پیش نظر دارالمبلغین کا مدیر المہام بنادیا گیا تھا، جہاں انہوں نے ایک طرف علم وعرفان کے تشنگان کی علمی تشنگی وپیاس بجھائی اور دوسری طرف دفاع اسلام اور حقانیت وصداقت اسلام کے پھریرے بلند کیے۔

دارالمبلغین میں صرف درس وتدریس کی رونقیں ہی قائم نہیں تھیں، وہاں سے فیض پانے والے محسوس کرتے تھے کہ یہاں دفاع اسلام کا فریضہ بھی بخوبی انجام دیا جاتا ہے، یہاں اسلام کی حقانیت وصداقت کی بات بھی پورے زور وبلند آہنگی سے کی جاتی ہے، یہاں اشاعت اسلام ودعوت وتبلیغ کی بات بھی زندگی کا فریضہ اولین ہے، اس پلیٹ فارم سے ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ترانے اور نغمے بھی گائے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی بھرپور زندگی میں اپنے ادارے کا اہتمام وانصرام اور کئی دینی جماعتوں، تنظیموں اور تحریکوں کی سرپرستی بھی شامل تھی، وہ

مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم لکھنؤ کے صدر تھے،اسی پلیٹ فارم سے انہوں نے ناقدین ومعاندین صحابہ رضی اللہ عنہم کی ریشہ دوانیوں کے سامنے سد سکندری قائم کرنے کے لیے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے جلوس نکالنے کی حکمت عملی اختیار فرمائی تھی۔

ایران میں خمینی شیعی انقلاب کے بعد دنیا بھر میں روافض نے پر اور پرزے نکالنے شروع کردیے تھے،لاشرقیہ اورلاغربیہ کے فلک شگاف نعرے نہ صرف تہران کی شاہراؤں پر گونجتے اورارتعاش پیدا کرتے تھے بلکہ دنیا بھر کے ممالک کے دارالحکومتوں میں اس نعرے کی صدائے بازگشت سنائی دیتی اوراس نعرہ کے حاملین کے دل ودماغ میں یہ بھوت سوار ہونے لگا تھا کہ اب یہ طرے،کلے اور دستاریں دنیابھر کے ممالک میں دکھائی دیں گی،یہ تعزیے،جلوس اورذوالجناح گلی کوچے میں گھومیں گے،یہ زنجیرزنیاں اور یہ ہاوہو کی دلخراش صدائیں دنیابھر میں گونجیں گی،مگر حساس قلب وجگر والے لوگوں نے اس فتنہ انگیزی وشر انگیزی کے سیلاب بلاخیز کے سامنے مضبوط بند باندھ دیا۔

ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے کام کرنے والی تحریکیں

وطن عزیز پاکستان میں تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے پلیٹ فارم سے امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ لائنوں پر مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کا کام قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت وسیادت میں عروج پانے لگا، تنظیم اہل سنت کے روح رواں مولانا عبد الستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالمبلغین لکھنؤ سے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم اوررد قدح صحابہ رضی اللہ عنہم کا مشن سیکھا تھا،انہوں نے کراچی سے خیبر تک ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحریک برپاکردی تھی،جب خمینی انقلاب کے پنجے یہاں گڑھنے لگے توانہیں مضبوط ایمانی ہاتھوں سے نہ صرف چھڑادیا گیابلکہ ان کلائیوں کو مروڑدیا گیاجو طاقت کے بل بوتے پر یہاں تبرائی ودشامی شجر خبیثہ گاڑھنا چاہتے

تھے، خمینی انقلاب کے بعد سر زمین جھنگ سے ایک چھوٹے سے قد کا بلند آہنگ وحوصلہ نوجوان اٹھا جسے دنیا مولانا حق نواز جھنگوی کہتی ہے، جسے بعد میں امیر عزیمت کا لقب دیا گیا، اس نے بلند آہنگی اور جرأت رندانہ سے خمینی اور خمینیت کی راہوں میں چٹانیں کھڑی کر دی تھیں، جو اس کے بڑھتے طوفان کو روکنے میں کار آمد ثابت ہوئیں، اس شخص کی جان اس مشن میں کام آگئی تھی، انہیں ایرانی ایماء پر ناچنے وتھرکنے والے غنڈوں نے ان کے گھر کی دہلیز پر رات کی تاریکی میں شہادت کا جام پلا دیا تھا

خمینی کے لاشرقیہ ولاغربیہ کے نعرے، خانہ کعبہ میں ہلڑ بازی اور دنیا بھر میں مذموم مشن کی تکمیل کے لیے کی جانے والی کوششوں وکاوشوں کے خلاف لکھنؤ میں مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی دبنگ قیادت میں ۱۹۹۸ء سے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے جلوسوں کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، ان جلوسوں کی کامیابی کا یہ عالم تھا کہ سرزمین لکھنؤ پر ہر سمت انسانی سر ہی سر دکھائی دیا کرتے تھے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ انسان نہیں انسانوں کا سیلاب امڈ آیا ہے۔

وکی پیڈیا کے مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ "ان کا شمار جمعیت علمائے ہند کے معروف رہنماؤں میں ہوتا تھا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۹۵ء تا ۲۳ دسمبر ۲۰۰۱ء انہوں نے متحدہ جمعیۃ علماء ہند کے دسویں ناظم عمومی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، جمعیۃ علماء کی تقسیم کے بعد ۱۸ اپریل ۲۰۰۸ء سے ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۰ء تک انہوں نے جمعیۃ علماء ہند (الف) کے پہلے ناظم عمومی کے طور پر خدمات انجام دیں، اخیر میں انہوں نے جمعیۃ علماء ہند (الف) کے نائب صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، سنہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء سے تا وفات انہوں نے مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کے رکن کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں، اس کے علاوہ، وہ ندوۃ

العلماء کے رکن، دینی تعلیم ٹرسٹ، لکھنؤ کے چیئرمین اور امیر شریعت، اتر پردیش تھے۔

فاروقی جلال

نمر باقر النمر شیعی مولوی تھا، جو سعودی عرب میں ایک عرصہ سے اپنی شر انگیزیوں ،اشتعال انگیزیوں اور فتنہ گریوں کے باعث سرکار سعودی عرب کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا، قانون سعودیہ اسے مضبوط شکنجے میں کسنا چاہتا تھا، چنانچہ اسے کئی بار گرفتار کیا گیا، پھر عدالت میں اس کے خلاف مقدمہ چلایا گیا، وہ قومی مجرم اور شریر پایا گیا، اس پر عدالت سعودیہ نے ۱۲ جنوری ۲۰۱۶ء میں اسے سزائے موت سنا کر تختہ دار پر چڑھا دیا، جس پر دنیا بھر کے شیعوں کی طرح حضرت گنج لکھنؤ کے شیعوں نے بھی آسمان سر پر اٹھالیا اور سعودی عرب کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا، جس پر مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فاروقی جلال ظاہر ہوا، انہوں نے ان دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کو خبر دار کیا کہ وہ اپنی زبانوں کو لگام دیں اور اپنی حدود میں رہیں۔

فاروقی صاحب نے سعودی عرب کے خلاف زہر اگلنے والوں پر واضح کیا کہ سعودی عرب نے جو کچھ کیا وہ اپنے ملکی قوانین کے مطابق کیا، کسی کو کسی کے قوانین اور اندرونی معاملات میں مداخلت کی قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی، نمر کو پھانسی سعودی عرب میں دی گئی ہے اور احتجاج ہندوستان میں ہو رہا ہے۔

عبادت گاہوں کی حفاظت کے لیے آواز

مارچ ۲۰۲۰ء میں، فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیں آج ایسے ہندوستان کی ضرورت ہے جہاں منادر (مندر کی جمع) کی حفاظت کے لیے مسلم سماج کے لوگ

آگے آئیں اور مساجد کے تحفظ کے لیے برادران وطن آگے آئیں، ایک ایسا ہندوستان جس میں نام پوچھ کر اور نام دیکھ کر کسی کا کام نہ ہو، ذات برادری کی بنیاد پر کارکردگی نہ دیکھی جائے، سب کو مساوی حقوق ملیں۔

خرمن کمالات کا خوشہ چین

خرمن کمالات کا یہ خوشہ چین ۲۴ اپریل ۲۰۲۴ء میں دار فانی سے دار البقا کی طرف چل بسا ہے، جب ان کی نماز جنازہ ان کے فرزند ارجمند مولانا عبد الباری فاروقی صاحب پڑھا رہے تھے تو ان کے عقب میں ہزاروں اشکبار آنکھوں والے عقیدت مند موجود تھے، جن میں قرآن کریم کے قاری اور حفاظ اپنی جگہ تھے ہی تھے ہندوستان بھر سے آئے فضل وکمال والے سینکڑوں کی تعداد میں اس عظیم انسان کی بخشش ومغفرت کے لیے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں زاری کناں تھے۔

جانے والا چلا گیا، وہاں پہنچا جہاں گیا کوئی واپس نہیں آتا، مگر وہ ایک نغمہ فضاؤں میں ایسا بکھیر گیا ہے جو انسانی قلب ودماغ کو عرصہ دراز تک معطر رکھے گا، وہ زبان حال سے یوں نغمہ سرا رہے گا، اس کی روح پکارتی اور نغمہ سرائی کرتی رہے گی

احساس صداقت رکھتا ہوں، آئین عدالت رکھتا ہوں
آنکھوں میں حیا، دل میں غیرت، توفیق شجاعت رکھتا ہوں
اسلام سے مجھ کو الفت ہے، ایمان کی حلاوت رکھتا ہوں
ابو بکر وعمر وعثمان وعلی، چاروں سے محبت رکھتا ہوں

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ایک تحریکی آدمی

خامہ فرسائی کے دوران جی چاہتا تھا کہ میں مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی خدمات پر لکھوں، اس سلسلہ میں مجھے قطر میں موجود امام اہلسنت کے کچھ

حبداروں نے پی ڈی ایف کتابیں ،رسائل اور مضامین بھیجے، جن کے اندرونی سرورق پر مولاناعبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات لکھانمایاں دکھائی دیا، میری تشنگی ان چندرسائل کو دیکھ کر بجھ نہ سکی تو پھر میں نے لکھنؤ میں مولاناعبدالباری فاروقی صاحب سے رابطہ کیا، ان کے فرزندارجمند مولاناابوالحسن فاروقی صاحب نے بھی مجھے کچھ رسائل اورکتابیں روانہ کیں، جو میرے پاس پہلے سے موجود تھیں، اس لیے میں نے ایک بار پھر انہیں زحمت دی، انہوں نے کمال مہربانی اور محبت سے میری درخواست کا تسلی وتشفی بخش صوتی جواب دیا۔

مولاناابوالحسن فاروقی صاحب کا کہنا تھا کہ مولاناعبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جب سند فراغت ودستار فضیلت سر پر سجاکر لکھنؤ پہنچے توان کی عمر کوئی ۲۴سال تھی، لکھنؤ پہنچتے ہی ان کے ناتواں شانوں پر دارالمبلغین کے اہتمام اور تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کاوزن رکھ دیا گیا، ان ذمہ داریوں سے سبک دوش ہونے کے لیے مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنادن رات ایک کر دیا تھا، انہوں نے بھارت کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک اسفارکیے، امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے کھینچے ہوئے نقوش پر ہی گامزن رہے، انہی کی تعلیمات کو فروغ دینے میں کمربستہ ہوگئے۔

مولاناابوالحسن فاروقی صاحب نے بتایا کہ مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب نے ایک رسالہ ''ندائے سنت'' کے نام سے شائع کرنا شروع کیا تھا، جو ایک عرصہ تک دفاع اسلام اور تحفظ ناموس صحابہؓ کے لیے ہندوستان وبیرون ہندوستان بھیجاجاتا رہا، لیکن نامساعد حالات کے پیش نظر یہ رسالہ زیادہ دیر شائع نہ ہوسکا اور بند کر دیا گیا۔

مولانانے بتایا کہ حضرت مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چند اہم ترین موضوعات پر بہت خوبصورت کام کیاہے، جن کی ایک جھلک ہم یہاں پیش کرتے ہیں، اس میں رد قادیانیت پر ان کی تقریری خدمات ہیں، ناموس صحابہ کے لیے ان کی تقریری اور دعوتی خدمات ہیں، جو کتابی شکل میں اہل علم کے پاس موجود ہیں۔

قانون فطرت اور ختم نبوت

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تقریر میں ختم نبوت کا مسئلہ آشکار کرتے ہوئے فرمایا کہ

"یہاں پر میں ایک بات آپ سے کہہ رہا ہوں کہ ایک آدمی کو سر سے پیر تک دیکھیے، کہیں اس کا شروع ہو گا، کہیں اس کا ختم ہو گا، آدمی کے سر کے اوپر بال ہیں، جسم میں ناخن، ہاتھ، سینہ، اندر کے اعضاء، باہر کے اعضاء پیر تک جانے کے بعد آدمی مکمل ہو گیا، لہٰذا آدمی کو اللہ نے مکمل بنادیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو مکمل بنایا، زمین کو مکمل بنایا، آسمان کو مکمل بنایا، بس اسی طرح نبوت کو بھی اللہ نے مکمل بنایا، آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قصر نبوت کو مکمل کر دیا، گویا قانون فطرت بھی ختم نبوت کا متقاضی ہے، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ نے نبوت کو تمام اور ختم کر دیا، اب کوئی نبی آنے کی ضرورت ہی باقی نہیں، اب اللہ کوئی نبی پیدا کرے، اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اخیر زمانہ میں، لیکن وہ تو پیدا ہو چکے ہیں، وہ تو آچکے ہیں، وہ نبی بنائے جا چکے ہیں اور زندہ آسمان پر اٹھالیے گئے ہیں، قرب قیامت میں وہ آسمان سے اتر کر آئیں گے۔ (اقتباس تقریر ختم نبوت)

آپ نے اپنی اسی تقریر میں فرمایا کہ

" ایک صاحب کہنے لگے واہ صاحب واہ! نبی کے بعد آئیں گے تو کیا وہ اپنی نبوت لے کر آئیں گے؟ کیا وہ نبی نہیں رہیں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ نبی تو ہوں گے مگر سکہ (شریعت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چلائیں گے، صاحب! یہ کیسے؟ کہ نبی تو رہیں گے؟ مگر ان کی نبوت نہیں چلے گی، جی ہاں! یہی قانون فطرت ہے، اگر گجرات میں یوپی کا گورنر آجائے تو وہ گورنر یوپی کا گورنر رہے گا، یہاں آنے کی وجہ سے اس کی

گورنری ختم نہیں ہوگی، مگر سکہ (قانون) گجرات کا چلے گا، اسی طرح آخری پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو سکہ (شریعت) محمد رسول اللہ ﷺ کا چلے گا، اگرچہ وہ نبی رہیں گے، لیکن آپ کی امت کے ایک ہادی (داعی ومبلغ) اور ایک مجاہد بن کر آئیں گے، حاکم عادل کی حیثیت سے تشریف لا کر ملت اسلامیہ کی سربراہی اور حکومت وخلافت کے فرائض انجام دیں گے۔ (تقریر ختم نبوت ص۲۶)

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بات سمجھانے اور اذہان میں اتارنے کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، ان کی گفتگو سننے اور پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تصنع، تکلف، مسجع اور مقفیٰ عبارات کی بجائے سادہ، سہل اور آسان انداز میں بات دوسروں کے گوش گزار کر دیتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ

"میں بتا یہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر حضرت نبی کریم ﷺ کو بنایا، آپ ﷺ آخری نبی ہوئے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تو فرمایا گیا ثُمَّ اَرسَلنَا رُسُلَنَا تَترَا (المومنون ۴۴) پے در پے، لگاتار پیغمبر آتے رہیں گے اور کبھی یہ ہے کہ چودہ سو سال گزر گئے اور ایک پیغمبر نہیں آیا، یہ عجیب بات ہے، کبھی تو آپ کہہ رہے ہیں وَاِن مِّن اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر ۲۴) کوئی امت ایسی نہیں ہے کہ جہاں ڈرانے والا نہ آیا ہو، کہیں تو آپ کہہ رہے ہیں کہ بے شمار پیغمبر آئے اور اب حضور ﷺ کے وقت سے لے کر آج تک کوئی ایک نبی نہیں، کوئی ایک پیغمبر نہیں، حضور ﷺ کی نبوت کے بعد اتنا بڑا خلا؟ یہ کم سے کم اہل فکر و دانش (کہ جو جھوٹے مدعی ہیں ان) کے لیے تو ناقابل قبول ہے۔ (اقتباس از تقریر)

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی سادہ انداز میں حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے اپنی بات سمجھا دیتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ " حضور نبی کریم (اللہ

تعالیٰ کے بے شمار آپ پر سلام ہوں اوراللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے اور پوری مخلوق کی طرف سے آپ کو جزاءعطا فرمائیں) نے کوئی بات چھوڑی نہیں،سب کچھ آپ نے بتلایا، ہزار ہزار، لاکھ لاکھ، بے گنتی، بے حساب اللہ تعالیٰ آپ پر سلام نازل فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پہلے دنیا کے بگاڑ کی اصلاح کرنا چاہتے تو اپنے کسی نبی کو بھیجا کرتے تھے اوراب میرے بعد دنیا کے بگاڑ کی اصلاح کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا،اَنَاخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ میں تمام نبیوں کی نبوت، تمام رسولوں کی رسالت کو ختم کرنے والا ہوں اور مجھ پر اللہ نے سلسلہ نبوت کو ختم فرما دیا،اب میرے بعد دنیا کے بگاڑ کی اصلاح کرنے کے لیے میری امت کے علماء سامنے آئیں گے، آپ لوگ اس کو اچھی طرح سے سوچ لیجیے، یہ بہت کلیدی بات ہے عام طور پر یہ حدیث بیان ہوتی ہے لیکن میں آپ کو توجہ دلا رہا ہوں اور کسی خاص وجہ سے توجہ دلا رہا ہوں، آپ اس پر اچھی طرح غور کر لیجیے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے نبی آتے تھے، میرے بعد نبی نہیں آئیں گے، میری امت کے علماء سے اللہ نبیوں والا کام لے گا۔(اقتباس از تقریر ختم نبوت ص۲۷)

نبی اصول و فروع کے ہمراہ

مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سامعین کے سامنے گوش گزار کرتے ہوئے فرمایا کہ

"آپ کو پتہ ہے؟ کہ نبی خصوصیت کے ساتھ اصول لے کر بھی آتا ہے اور فروع لے کر بھی آتا ہے اوراصول کیا ہیں؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور فروع کیا ہیں؟ شریعت کے احکام (حضرات علمائے اَعلام بیٹھے ہوئے ہیں، آپ ان سے معلوم کیجیے) نبی اصول اور فروع دونوں لے کر آتا ہے، اگر اصول میں فساد ہو گا تو ضرورت

نبوت، اگر فروع میں فساد ہو گا تو ضرورت نبوت، اصول کا فساد تو آپ جانتے ہیں کہ کلمہ گو بگڑ جائے، اور فروع کا فساد؟ حضرت شعیب علیہ السلام سے پوچھیے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شعیب علیہ السلام نے آکر دعوت دی اور یوں کہا کہ لَاتَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ (ھود ۸۴) اے لوگو! کم ناپ تول کا رواج ختم کر دو، کم تولنا بند کر دو، کم ناپنا بند کر دو، لَاتَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ یہ اصول نہیں ہیں فروع ہیں، لوگوں نے ڈنڈی مارنا شروع کیا، کم ناپنا اور کم تولنا شروع کیا، تو اللہ نے اس فساد کو ختم کرنے کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا، چند آیتوں کے بعد فرمایا {أَصَلاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ} (ھود ۸۷) اے شعیب! تم ہمیں روک رہے ہو کہ ہم وہ نہ کریں یہ نہ کریں، کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم کم تولنا اور کم ناپنا بند کر دیں؟ باپ دادا جو کرتے تھے وہ چھوڑ دیں؟ معلوم یہ ہوا کہ نبی اصول و فروع دونوں لے کر آتا ہے۔ (اقتباس از مطبوعہ تقریر)

حضرت نے فرمایا کہ "حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ختم ہو گئی، مگر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت ختم نہیں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت چلتی رہے گی، ہاں! دعوت بڑھے گی نہیں، دعوت گھٹے گی بھی نہیں، جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہو گئی، وہ چلے گی، کون چلائے گا؟ ہم اور آپ اپنی زبان سے کہیں تو بات بری، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء نبیوں والا کام کریں گے۔ (اقتباس از مطبوعہ تقریر ختم نبوت)

کیا علماء معصوم ہیں؟

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیت و قابلیت عطا فرما رکھی تھی کہ وہ دشمن کیمپوں سے اٹھنے والے سوالات واعتراضات کو چٹکیوں میں حل

کرنے کا گر جانتے تھے، وہ باتوں باتوں میں حل پیش کر دیتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ پھر ایک اعتراض اس پر پیدا ہوا کہ نبی پر تو اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے، تو کیا عالموں پر بھی اللہ کا کلام اترے گا اور کیا علماء بھی معصوم ہوں گے ؟

نہیں! علماء معصوم نہیں ہوں گے اور نہ ہی ان پر اللہ کا کلام اترے گا، نیابت کارِ نبوت کی نشر واشاعت اور تبلیغ میں ہو گی، قرآن شریف پڑھیے! آپ نے پڑھا ہو گا، وحی اتر رہی ہے دھیرے دھیرے، تیئیس سال میں نجماً نجماً، آیۃً آیۃً جبریل لے کر آرہے ہیں، حضور ﷺ کا یہ معمول ہوتا تھا کہ جب جبریل پڑھتے تھے تو آپ ﷺ جبریل کے ساتھ ساتھ جلدی یاد کرنے کے لیے کہ یاد ہو جائے، کوئی حرف چھوٹ نہ جائے، کوئی آیت رہ نہ جائے، کہیں بھول نہ جائیں، ہاتھ کے ہاتھ یاد کر لیتے تھے اور آپ پر دو کام ہوتے تھے، ایک یاد کرنا، دوسرے وحی الٰہی کے بوجھ کو برداشت کرنا۔

مرزا قادیانی کا تعاقب

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال کرنے کے بعد مرزا قادیانی کے بارے میں انکشاف فرماتے ہوئے فرمایا کہ

"مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک موقع پر لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا" پھر چند سطور کے بعد آگے لکھتا ہے کہ " میں خدا تعالیٰ کی تیئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں" پھر چند سطور کے بعد آگے لکھتا ہے کہ " میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کا پیروی کرنے والا ہوں، جب تک مجھے اس کا علم نہ ہوا میں یہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا (یعنی مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے اور وہ آسمان سے نازل ہوں گے) اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا"

عبارات مرزا کے یہ اقتباسات نقل کرنے کے بعد مولانا فاروقی نے مرزے کی کلاس لیتے ہوئے فرمایا کہ

"ایسا کوڑھ مغز نبی! ساری خدائی میں اللہ میاں کو یہی ملا تھا؟ ایک ایسا بد دماغ، بد نما اور کوڑھ مغز! کہ جس کے دماغ میں گوبر بھرا ہوا ہے، اس پر تئیس سال متواتر وحی اترتی رہی اور اسے پتہ ہی نہ چلا کہ یہ کیا ہو رہا ہے"۔ (اقتباس)

جلسہ عام میں آپ نے ایک بیان میں فرمایا کہ

"میں کہہ رہا ہوں کہ مرزا ہر اعتبار سے چونی کم تھا، چنانچہ مرزا نے پہلی شادی کی تو حکیم نورالدین (جن کو میں مرزا کا نفس ناطقہ کہتا ہوں، جو مرزا کے پہلے خلیفہ تھے، حکیم بہت بڑے تھے، مرزا نے ان) کو خط لکھا کہ مجھے قوت باہ کی کمی ہے، آپ نسخہ تجویز فرمادیں اور دوائیں ارسال کر دیں اور مجھے شادی کرنے کے بارے میں تردد تھا۔

پروفیسر محمد الیاس برنی نے تقریباً گیارہ سو صفحات کی کتاب قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ لکھ کر امت مسلمہ پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے، اس میں یہ واقعہ لکھا ہے، مجھے اتفاقاً یاد آ گیا، الغرض مرزا میں قوت باہ کی بھی کمی تھی اور شادی کرنے میں بھی اسے تردد تھا آگے بریکٹ میں پروفیسر صاحب لکھتے ہیں

"شادی کرنے کے باب میں تردد تھا، لیکن شادی بھی آپ نے کر لی اور اتفاق سے اولاد بھی ہو گئی، بتائیے! آپ نامرد تھے اور یہ اولاد کس کی ہے؟ جب آپ نامرد ہوئے تو یہ اولاد ظہور پذیر کیونکر ہوئی؟ یہ تو لطیفہ تھا جو میں نے درمیان میں کہا۔ (اقتباس از تقریر مولانا فاروقی)

مرزا قادیانی کے بارے میں ایک موقع پر فرمایا کہ

" اور مرزائیوں سے پوچھو! وہ کبھی سیدھے ہاتھ سے پانی پی سکتا تھا؟ نہیں! الٹے ہی ہاتھ سے پیتا تھا، الٹے ہی ہاتھ سے کھانا بھی اور الٹے ہی ہاتھ سے آب

دست بھی، آپ جانتے ہیں کہ میں تو بتیس دانتوں کے بیچ میں ہوں ادھر قادیانی، ادھر رافضی، ادھر رضاخانی، ادھر غیر مقلد اور مودودی، اللہ جانے کون کون سی مصیبت ہے تو میں کوئی بے تحقیق بات نہیں کہہ رہا ہوں، آپ کو کوئی بے وقوف بنانا مقصود نہیں ہے، آپ سب لوگ ہمارے بچے ہیں، آپ کو صحیح اور سچی بات بتائیں گے۔(اقتباس از مطبوعہ تقریر مولانا فاروقی)

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی اختصار بیانی

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے سامعین کے اذہان میں بات بٹھانے کے لیے ابتداءً اختصار سے کچھ کہتے، پھر اس پر قرآنی آیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے استدلال کرتے اور مقصود سمجھا دیتے تھے، ایک موقع پر مرزا قادیانی کو عیب دار ثابت کرتے ہوئے فرمایا

”مرزا غلام احمد قادیانی کا حال تو یہ تھا کہ وہ با قاعدہ طور پر دونوں آنکھیں ایک منٹ کے لیے کھولنے پر قادر نہیں تھا، کہیں نہ کہیں سے تھوڑا کچھ معاملہ ڈِم رہتا تھا، ایک قادیانی (یہ کم بخت، جب مرزا قادیانی کی صحبت میں بیٹھنے والے یا یوں کہیے کہ مرزا کی گینگ کے کسی آدمی کا تذکرہ کرتے ہیں تو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، گویا کہ اس نے اس بے ایمان کو دیکھا ہے اور جو اس بے ایمان کو دیکھے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ سب سے بڑا بے ایمان ہے، یہ کہتے ہیں کہ نہیں وہ صحابی ہے)

لکھتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بیان کیا اس سے فلاں نے اور بیان کیا ان سے فلاں نے کہ حضرت صاحب ایک مرتبہ فوٹو کھینچوانے کے لیے کیمرہ مین کے سامنے بیٹھے پھر دونوں آنکھیں کھولیں، لیکن آٹومیٹکلی ایک آنکھ بند ہو گئی، خود سے ایک آنکھ بند ہو گئی، یہ ہیں ان کے نبی، کہ آنکھ سے بھی کانے، جب کہ نبی سَوِیاً بے عیب ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا وَكَانَ عِندَاللهِ وَجِيهًا

(احزاب ٦٩) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَجِيهًا فِي الدُّنيَا وَالآخِرَةِ (آل عمران ۴۵) اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بے عیب بنایا ہے۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ

" میں یہ کہہ رہا تھا کہ وحی اترنا آسان کام نہیں ہے، وحی سچی ہے اور سچے پر آتی ہے، مرزا جھوٹا ہے، اس کے اوپر شیطانی خیالات تو آسکتے ہیں، شیطانی وسوسے تو آسکتے ہیں، لیکن اللہ کی وحی آجائے، یہ نہیں ہو سکتا، اس طرح کے ملعونوں کے لیے قرآن کا اعلان ہے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ (انعام ۹۳) اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے، جو یہ کہے کہ اللہ کی وحی میرے اوپر اترتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں اتری۔

الغرض حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ اس وحی کی حفاظت میں جان لگادیتے تھے، کسی جانور پر اگر آپ بیٹھے ہوئے ہیں تو وحی کے زور سے اس جانور کا پیٹ قریب قریب زمین سے لگ جاتا تھا، آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ وحی کا بوجھ بہت زبردست ہوا کرتا ہے کہ سخت سردی کے زمانہ میں جب وحی آپ پر نازل ہوتی تھی تو آپ پر اتنی شدت طاری ہوتی کہ آپ کی پیشانی کے دونوں کناروں سے پسینہ کی رو، بہترین موتیوں کی طرح جاری ہوتی تھی۔

اور نبی اللہ کے علم میں وہ بنایا جاتا ہے جو سب سے زیادہ قوی ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ہاتھ لگ جانے سے قبطی کی موت واقع ہو گئی تھی، فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ (قصص ۱۵) وہ پانی بھی نہیں مانگ پایا وہیں ڈھیر ہو گیا، اتنی قوت ہوتی ہے نبی میں، تمام نبیوں کے ایک ایک صحیح واقعات اور حالات کو دیکھ کر مرزا کو دیکھو، سب باتیں واضح ہو جائیں گی۔

معصوم اور محفوظ میں فرق

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار اپنے سامعین کو معصوم اور محفوظ کا فرق سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ

"آیئے ہم آپ کو مثال سے سمجھاتے ہیں، جیسے نیا کپڑا اور دھلا کپڑا کہ ایک کپڑا بالکل نیو برانڈ ہے، کبھی نجاست نہیں پڑی اور ایک کپڑا ہے جس پر نجاست پڑی اور دھو دی گئی، تو ایک ہے نیا کپڑا کہ جس پر نجاست لگی ہی نہیں یہ تو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے اور ایک ہے دھلا ہوا کپڑا کہ جس پر نجاست پڑی اور دھو دی گئی، یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال ہے، مثال کے طور پر (حضرت علماءے کرام بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے بے جھجک کہنے میں کوئی عار نہیں) یہاں کھانا لگا ہوا ہے، کس لیے؟ حضرت تشریف لائے ہیں، لہذا حضرت کی وجہ سے ہے یہ کھانا اور میں بھی لگ گیا ساتھ میں تو کھانا تو حضرت کی وجہ سے تیار کیا گیا ہے اور میں طفیلی ہوں تو کھانا دونوں کو ایک ہی ملے گا، فرق صرف طفیلی اور اصیلی کا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین طفیلی ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصیل ہیں لہذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معصوم نہیں ہیں، خطائیں ان سے صادر ہوئی ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے کروائی ہیں اور وہ ان خطاؤں پر قائم نہیں رہے، ان کی توبہ اور اس کے قبول ہونے کا قرآن مجید میں اعلان موجود ہے۔ (اقتباس از تقریر ختم نبوت)

یہودی سازشیں

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے خلاف یہودی سازشوں کا تذکرہ بڑی باریک بینی سے کرتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ

"دونوں مرتبہ یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے نکالا گیا اور یہ بات الگ سے سن لیجیے چھچھوندر مر سکتی ہے مگر یہودیت نہیں مر سکتی، بڑی ڈینجر، بڑی خطرناک

ہے، انہوں نے کہا کہ تم نے ہم کو نکالا ہے تو ہم بدلہ لیں گے، ہم آج کی بات نہیں کر رہے ہیں آج یہ بے چارہ کیا کرے گا؟ بتایہ رہا تھا کہ دشمن یہود انتظار میں رہے کہ مسلمانوں سے انتقام کا موقع مل جائے مگر دور صدیقی اور دور فاروقی میں یہودیوں کی سازشیں کامیاب نہ ہو سکیں۔

عبداللہ بن ابن سبا اٹھا جو صنعاء یمن کا رہنے والا ایک یہودی عالم تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دشمنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے نفرت وبیزاری اور اسلام کی کردار کشی میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو بھی مات دے دی، اس نے حضرت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشوں کے جال بنے اوران کی طرف سے مسلمانوں میں منافرت اور بدظنی پیدا کی، بالآخر سازش کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا اور دور مرتضوی میں بھی شدید خوں ریز لڑائیاں کرائیں، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت نواسہ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت ومصالحت کی وجہ سے ذلت ورسوائی کا عمل بھی اسی یہودی منصوبے کا ایک حصہ ہے۔(اقتباس از تقریر)

مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ آج کے دور میں اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے فتنوں سے مطلع کرتے ہیں، وہ فتنوں کی جڑ اوراصل یہود کو قرار دیتے ہیں، ایک موقع پر اپنی تقریر کے اختتام پر فرمایا کہ

”اسلام کے سب سے بڑے دشمن کل بھی یہودی تھے، آج بھی یہودی ہیں اور ہر زمانہ میں رہے اور یہی تمام فتنوں کو جنم دے رہے ہیں، اس لیے ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے اوران کے مکر وفریب سے ہم کو آگاہ رہنے کی ضرورت ہے“۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور عقیدہ ختم نبوت

دارالعلوم دیوبند کے ترجمان میں جون جولائی اگست ۱۹۸۷ء میں ایک

خصوصی اشاعت زیور طباعت سے آراستہ کی گئی تھی، جس میں ’’عقیدہ ختم نبوت اور مرزاغلام احمد قادیانی‘‘ کے زیر عنوان ایک مضمون مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شائع کیا گیا تھا، جس میں آپ نے ختم نبوت کے حوالے سے خوب مدلل اور مفصل مضمون تحریر فرمایا،اس میں حضرت فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ

’’ ہمارے زمانہ میں تقریباً ایک صدی قبل قادیانی فتنہ کا وجود ہوا جس کی بنیاد انیسویں صدی عیسوی میں مرزاغلام احمد قادیانی نے رکھی ،یہ شخص ۱۸۳۸ء میں پنجاب کے ایک گاؤں قادیان ضلع گورداس پور میں پیدا ہوا،وہیں اس نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور کچھ دیگر فنون وعلوم کا مطالعہ کیااس کے بعد طویل مدت تک انگریزی حکومت کی ملازمت کی‘‘۔ آگے لکھتے ہیں کہ

’’ابتداءً اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ کی طرف سے اسے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرز پر مخلوق خدا کی اصلاح کرے پھر آہستہ آہستہ وہ مسلسل گمراہیوں کی طرف بڑھتا رہا کبھی کہتا تھا کہ مجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح حلول کر گئی ہے‘‘ ۔مزید فرماتے ہیں کہ

’’اور کبھی دعویٰ کرتا کہ مجھے الہامات ومکاشفات ہوتے ہیں وہ توریت انجیل اور قرآن پاک کی طرح خدا کا کلام ہیں اس نے یہ بھی کہا کہ آخری زمانہ میں قادیان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ پر دس ہزار سے زائد آیتیں اتاری گئی ہیں اور قرآن کریم، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے علیہم السلام سابقین نے میری نبوت کی شہادت دی ہے‘‘۔مزید لکھتے ہیں کہ

’’اوراس شخص نے اپنے گاؤں قادیان کو مکہ اور مدینہ کے ہم رتبہ اوراپنی مسجد کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسجد سے افضل کہا اوراس بات کی لوگوں میں تبلیغ کی کہ یہی وہ مقدس بستی ہے جس کو قرآن پاک میں مسجد اقصیٰ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے

اور جس کا حج کرنا فرض ہے یہ اوران جیسے نامعلوم اس نے کتنے دعوئے کیے جو اس کی اوراس کے متبعین کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں"۔

اسی طرح مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس مضمون میں لکھا کہ

" مرزاغلام احمد قادیانی دراصل ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کا خواہش مند تھا، جس کے لیے اس نے پوری کوشش کی وہ اسی لیے انگریزوں کا اطاعت گزار رہا، جن کی ان دنوں ہندوستان میں حکومت تھی اوران کی خدمت گزاری اور کاسہ لیسی میں اپنی عمر کاایک بہت بڑا حصہ گزارا اورزبان وقلم سے انگریزوں کی محبت وخیر خواہی اور ہمدردی کاخوب خوب اظہار کیا،انگریزی حکومت کو بھی اپنے اغراض ومفادات کے لیے یہ شخص موزوں نظر آیا"۔ مزید لکھتے ہیں کہ

"چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے اپناکام شروع کیا،پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیااور پھر چند قدم آگے بڑھ کر امام مہدی بن گیا،کچھ دن اور گزرے تو مسیح موعود بن بیٹھااورآخر کار منصب نبوت کا مدعی ہو گیا،انگریز نے جو چاہا تھاوہ پورا ہوا۔

"حکومت انگلشیہ نے اس کی سرپرستی کا پورا حق ادا کیااوراس کی حفاظت میں کوئی کمی نہ کی ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات بہم پہنچائیں، مرزاغلام احمد قادیانی بھی ہمیشہ حکومت کے احسانات کا معترف رہااور صاف طور پر اس نے اقرار کیا کہ "میں حکومت برطانیہ کاخود کاشتہ پودا ہوں" اورایک جگہ اپنی وفاداریوں اور خدمت گزاریوں کو گناتے ہوئے لکھتاہے۔

"میری عمر کااکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اورانگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اوراشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھا کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں"(تریاق القلوب ص۱۵بحوالہ مضمون دارالعلوم)

مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ جہتی

مولاناعبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں اور تقریروں کے ان چند اقتباسات سے یہ بات روزروشن کی طرح واضح ہوتی دکھائی دیتی ہے کہ وہ کس قدر ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے،ایک طرف اپنے ادارے کے اہتمام وانصرام کی ذمہ داریاں،دوسری طرف تحریکی کام کی شبانہ روز مشغولیت اور پھر تقریروں اور تحریروں کے ذریعے ذہن سازی،یہ سب کچھ آسان نہیں ہے، مگر ان لوگوں کے لیے یہ کام بہت ہی سہل ہے جن پر قدرت مہربان ہوجائے،جن سے کام لینا مقصود ہوتا ہے قدرت ان کے لیے لوہے کو بھی موم بنادیتی ہے، اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو موم کی طرح بنادیا تھا،وہ بغیر ٹنی اور پلاس جدھر چاہتے اور جیسا چاہتے اسے موڑ لیتے تھے،اسی طرح اللہ نے مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے یہ سارے کام آسان کردیے تھے۔

مولاناعبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اسلاف کے علم میں سے وافر حصہ عطافرمارکھا تھا، انھوں نے اسی مضمون میں ایک مقام پر خاتم النبیین کی تفسیر علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یوں کی

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی خبر قرآن میں دی گئی ہے،سنت میں بھی اسے دوٹوک الفاظ میں بیان کیا گیاہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں،اس پر پوری امت کااجماع ہے،لہٰذا جو شخص اس کے خلاف دعویٰ لے کر اٹھے گا اسے کافر قرار دیاجائے گا"۔

اس کے بالمقابل انھوں نے قادیانیوں کی خودساختہ تفسیر پیش کرتے ہوئے تقابل کیاہے فرماتے ہیں "لیکن مرزاغلام احمد قادیانی اوران کے متبعین نے تاریخ میں پہلی بار ختم نبوت کی جونرالی تفسیر کی ہے وہ مسلمانوں کی متفقہ تفسیر سے ہٹ کر

کی ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں اور اس کی وضاحت یہ بیان کی کہ حضور ﷺ کے بعد اب جو بھی نبی آئے گا اس کی نبوت آپ ﷺ کی مہر تصدیق لگ کر مصدقہ ہو گی۔

قادیانیوں کی ایک اور کتاب کے حوالہ سے لکھتے ہیں

"خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنٰی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی، جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے، اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے"(ملفوظات احمدیہ مرتبہ منظور الٰہی قادیانی حصہ پنجم ص۲۹)

اسی طرح مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے دجل و فریب سے متعلق انکشافات کیے ہیں، کہ کس طرح مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کے لیے راہ ہموار کر کے تخت نبوت بچھا دیا اور ان کے متبعین و مریدین نے بھی ان کو حقیقی معنوں میں نبی تسلیم کر لیا، اسی طرح فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی طرف سے اپنی جھوٹی نبوت کے ثبوت اور ختم نبوت کے انکار میں فاسد خیالات اور باطل افکار کو بھی طشت از بام کیا ہے۔

فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی چومکھی جنگ

قادیانی فتنے کے تعاقب میں مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گراں قدر علمی خدمات پیش کیں، معاً آپ باطل فرقوں کے خلاف چومکھی جنگ تسلسل کے ساتھ لڑتے رہے، جب چند فتنوں کا آپ نے ایک موقع پر ذکر کیا تو ساتھ ہی چند مسلم فرقوں کو بھی یہودی پیداوار قرار دیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کتنے متصلب فی الدین تھے، انہوں بعض فرقوں کی انفرادی سوچ و فکر بھی بری لگتی تھی

جو اپنے اسلاف سے ہٹی ہوئی تھی، وہ غیر مقلدین اور مودودیوں کو بھی اسی فہرست میں شمار کرتے تھے، وہ اہل بدعت وضلالت کو بھی اسی فہرست میں گنتے تھے، ان کے چہار اطراف میں فتنوں کے محاذ موجود تھے، مگر وہ گھبرائے نہیں اور کبھی خوف زدہ بھی نہیں ہوئے، وہ اپنی آخری سانس تک اعلائے کلمۃ الحق کے لیے کوشاں رہے، اپنے ہوں یا بیگانے دین کے معاملہ میں وہ مداہنت نہیں کرتے تھے۔

روافض کا تعاقب

روافض کے خلاف علم حق تو مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ورثے میں ملا تھا، روافض کے ایک ایک اشکال، ایک ایک اعتراض کا جواب ان کے جد امجد مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں مدلل ومسکت انداز میں پیش کیا تھا، انہی کے رشحات قلم پر اعتماد وبھروسہ کرتے ہوئے مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشن کو پہلے سے کہیں زیادہ آگے پہنچایا، اگر مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے شبانہ روز تحریری مواد امتِ مسلمہ کی خدمت میں پیش کیا تو ان کے پوتے نے تحریک کی شکل میں اسے اَطراف واکناف میں پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

روافض کے چالیس عقائد پر مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کام کیا تھا، مگر مرورِ وقت کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس کی طرف سے یہ مطالبہ سامنے آرہا تھا کہ مصروفیات کے مشینی دور میں ان طول وطویل تحریروں کو اختصاری لباس میں پیش کیا جائے، چنانچہ اس پر مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بساط وہمت کے مطابق کام کیا اور خوب کیا، اس وقت میرے سامنے ''مذہب شیعہ کے چالیس بنیادی عقیدے'' نامی ایک کتاب موجود ہے، جس کے پیش لفظ کو آپ ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''زیر نظر کتاب چالیس عقیدے حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی ان علمی تحقیقات کا ایک بے حد مختصر نمونہ ہے جو حضرت

موصوف نے مذہب شیعہ کے تعارف کے لیے فرمائی ہیں۔

بہت دنوں سے احباب کا اصرار تھا کہ اہل سنت و جماعت کے سامنے اختصار کے ساتھ مذہب شیعہ کا تعارف کرایا جائے تاکہ سنیوں میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں ان کا ازالہ ہو، بہت سے سادہ لوح ناواقف مسلمان محض عدم علم کی بنیاد پر شیعوں کو اسلامی فرقہ تصور کرتے ہیں اوران کے ساتھ بالکل مسلمانوں جیسا معاملہ برتتے ہیں، جس کی بنا پر بے پناہ مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اس ضرورت کا احساس اس وقت اور شدید ہو گیا جب کہ میرے مربی و سرپرست حضرت مولانا صدیق احمد صاحب ناظم جامعہ عربیہ ہتھوڑا باندہ نے راقم الحروف کو اس کا حکم دیا، میں نے حتی الامکان اس کتاب کی ترتیب میں یہی کوشش کی ہے کہ اپنی عبادت کے بجائے امام اہل سنت کی ہی عبارت ہو مگر بعض مقامات پر کسی ضرورت شدیدہ کی بنا پر اس کے خلاف بھی کیا گیا ہے، اس لیے اگر کوئی نقص محسوس ہو تو اس کو مرتب کی کم علمی پر محمول فرمائیں۔

میں نے اس کتاب کے اکثر مضامین تکملہ تنبیہ الحائرین سے لیے ہیں، جس میں مذہب شیعہ کے چالیس اہم مسائل کا ذکر ہے، امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اہل سنت والجماعت کو مذہب شیعہ کی حقیقت معلوم کرنے میں زحمت نہ ہو گی جو اس کتاب کی اشاعت کا بڑا مقصد ہے، حق تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور امت کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ (پیش لفظ چالیس عقیدے ص۶)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کس قدر تحریکی آدمی تھے کہ اپنے جد امجد کی تحریر کو انہوں نے تحریک کی شکل میں عام کیا، تنبیہ الحائرین مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ کتاب ہے جس نے روافض کے چھکے چھڑائے ہیں، آج تک اس کتاب کا روافض جواب نہیں دے سکے، یہ کتاب پاکستان میں بھی منصہ شہود

پر جلوہ گر ہو چکی ہے، اسے اختصار کی ضرورت پیش آئی تو مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مختصر کر کے اپنے پڑھنے والوں کے لیے نہ صرف آسان بنایا بلکہ سہل الحصول بنایا۔

یہودی اصل فتنہ گر ہیں

یہودی اصل فتنہ گر ہیں، انہی کی سیاسی بازی گری سے دین میں انتشار پھیلا، مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات و نگارشات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ روافض و خوارج کی ریشہ دوانیوں کی اصل اور جڑ یہودیوں کو سمجھتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ

"میں نے یہ بات بھی آپ سے کہی تھی کہ یہود یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح ان کو پھر سے مدینہ پر قبضہ حاصل ہو، جب سے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے، پھر فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جزیرۃ العرب سے باہر نکالا تھا، تب سے ان کی پلاننگ ہوتی رہی اور یہ اپنے کام میں مصروف رہے، لیکن حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت میں ان کو سامنے آنے کا موقع نہ ملا اور ہمت بھی نہ ہوئی۔

البتہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں ان کو اپنی تمام کارروائیاں بروئے کار لانے کا موقع ملا اور پوری ہمت کے ساتھ سب سے پہلے انہوں نے ریشہ دوانیاں شروع کیں، خلیفہ وقت کے خلاف بد گمانی، بد ظنی اور غلط اور جھوٹی باتیں مشہور کیں اور دو محاذ قائم کر لیے، ایک محاذ سیاسی طور پر جب کہ دوسرا محاذ مذہبی طور پر قائم کیا گیا۔ (دوروزہ تربیتی اجلاس میں خطاب)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دوروزہ تربیتی اجلاس میں خطاب کے دوران فرمایا کہ

"سیاسی محاذ کے نتیجہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور بعض مؤرخین کی تحقیق کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ذلت و فضیحت کی گھناؤنی سازشیں، حضرت حسین

رضی اللہ عنہ کی شہادت اور تمام تاریخی دور کے رونما ہونے والے حوادث وواقعات (جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان وغیرہ) اسی سیاسی بازی گری کا نتیجہ ہیں جو یہود نے کی تھی اوراس کا ایک نقشہ مرتب کیا تھا۔

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مقدر من اللہ تھی، چنانچہ وہ شہید ہوئے، دور اول میں خود حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بے برکتیوں کے ظہور کے اشارے نہیں بلکہ صراحتیں ملتی ہیں، بالآخر وہ سامنے آئیں، مسلمانوں کی جو تلوار غیروں کے لیے اٹھتی تھی وہ اپنوں کے لیے اٹھی خواہ جنگ جمل ہو یا جنگ صفین، ان دونوں لڑائیوں میں کسی ایک کی طرف داری ہمارے لیے حرام ہے، اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجرم تو غلط، اگر ہم کہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجرم تو غلط، اگر ہم کہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مجرم تو غلط، اس موقع پر اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہم مطعون کریں تو بھی ہم مجرم ہوں گے، جو لوگ حق کے متلاشی ہیں ان کو اس وادی میں بڑی احتیاط اور ہوش مندی کے ساتھ قدم رکھنا ہو گا، کیونکہ یہاں یہودیوں کا بچھایا ہوا ہمرنگ زمیں جال موجود ہے''۔

اس بیان سے جہاں مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غیرت ایمانی، شجاعتِ اسلامی اور بسالت دینی کا پتہ چلتا ہے وہاں اس بات کو بھی بہت ہی احسن انداز میں محسوس کیا جاسکتا ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے عقائد، خیالات اور نظریات پر کس قدر سختی سے عمل پیرا تھے، مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر ان کا موقف عین اسلاف اہل سنت کا مسلک تھا، وہ کسی ایک جانب میلان رکھنے کی بجائے عدل وانصاف کا ترازو تھامے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، یہی ہمارے اسلاف کا طغرائے

امتیاز تھا کہ وہ کسی ایک طرف جھکاؤ کی بجائے عدل وانصاف کا پیمانہ تھامتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، افراط و تفریط سے بچ کر میانہ روی اختیار کرتے نظر آتے ہیں، مسلک اعتدال یہی ہمارے اسلاف کا طرہ افتخار تھا۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تفنن طبع

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر سے استفادہ کے دوران اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تفنن طبع کے طور پر بھی مخالفین و معاندین سے محو سخن ہو جایا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ

"میں بہت زیادہ پریشان تھا کہ یہ اثنا عشریہ فرقہ محرم کو آگ پر کیوں ماتم کرتا ہے؟ اس کی کوئی اصل نہیں مل رہی تھی کہ کیوں یہ لوگ آگ کے اوپر پھاندتے ہیں، بیچ میں تھوڑا سارا اکھ کا ڈھیر ہے، ادھر ادھر آگ جل رہی ہے اور پھاندرہے ہیں توجب میں نے یہ روایت دیکھی کہ یہ لوگ آگ میں جلے، تو میں نے کہا کہ اوہو! تھوڑی بہت اس سنت کو زندہ کرنے کے لیے یہ کام کر رہے ہیں۔

میں نے ایک شیعہ عالم سے پوچھا کہ آپ لوگ آگ میں کیوں ماتم کرتے ہیں؟ آگ میں کیوں کودتے ہیں؟ تو جواب ملا اگر اور کچھ نہیں کر سکتے ہیں تو تھوڑا اپنے آپ کو جلا ہی لیں، میں نے کہا نہیں! یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ لوگ بڑے میچ کی تیاری کر رہے ہیں اور بڑی آگ (جہنم کی) جب ملے گی تو وہاں زیادہ پریشانی نہ ہو گی، کیونکہ دنیا میں آگ میں جلتے جلتے تھوڑی بہت عادت پڑ چکی ہے، اس لیے ہ انتظام کر رہے ہیں، آپ لوگ بہت عقل مند ہیں تو کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے اوپر الزام ہے، ہم نے کہا چھوڑیے"۔

سنی شیعہ اختلاف اعتقادی ہے

تربیتی خطاب میں مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنی و شیعہ کے مابین

پائے جانے والے اختلافات کے بارے میں واضح فرمایا کہ یہ اختلاف مسلکی نہیں ہے بلکہ اعتقادی ہے، فرمایا کہ

”اب ایک بہت بڑی چال شیعوں کی سامنے آرہی ہے وہ یہ کہ شیعہ سنی اختلاف کو مسلکی اختلاف بنائیں، علماء کرام سے پوچھیے کہ یہ مسلک کا اختلاف کیسا ہے؟ کیا یہ ایسا اختلاف ہے کہ ایک مسلک والا دوسرے مسلک کو غلط کہے؟ مثلاً ایک امام فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کرنا ممنوع ہے، دوسرے کہتے ہیں واجب ہے، ایک امام کہتے ہیں کہ قرأت فاتحہ واجب ہے، مطلق قرأت فرض ہے، دوسرے کہتے ہیں کہ قرأت فاتحہ فرض ہے، کیا کوئی حنفی ایسا ہے جو یہ کہہ دے کہ ہم جو کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے اورامام شافعی جو کہہ رہے ہیں وہ غلط اور جھوٹ ہے، ہے کوئی ایسا؟ علی سبیل التسلیم اپنے مذہب و مسلک کو ترجیح دینے کا نام اختلاف مسلک ہے“۔ آگے مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اگر ہم نماز پڑھ رہے ہیں اورامام نے وَلَا الضَّآلِّين کہا اور ہم نے آمین چپکے سے کہا، دوسرے نے آمین زور سے کہا، بہتر یہ ہے کہ چپکے سے کہا جائے، اگر کوئی زور سے کہہ لے تو کیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ مسجد سے اسے نکال دو؟ اگر کوئی آدمی رفع یدین کر رہا ہے تو کوئی حنفی یہ نہیں کہتا کہ یہ غلط ہے بلکہ یہ کہتا ہے کہ ہمارا مذہب راجح ہے، جن روایات سے ہم (احناف) نے اپنا استدلال قائم کیا ہے، ان روایات پر ہم عمل کر رہے ہیں، جن روایات کو انہوں نے سہارا بنایا ہے، ہمارے نزدیک وہ بھی روایتیں صحیح ہیں، لیکن راجح ہمارا مذہب ہے، یعنی راجح اور مرجوح کے اختلاف کو اختلاف مسلک کہتے ہیں، اگر کسی عالم کو میری اس بات پر کوئی اعتراض ہے تو میں ان کا ممنون ہوں اور وہ میرے محسن ہوں گے، میری اصلاح فرمادیں۔

مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کی ہمہ جہت تربیت فرما

رہے تھے تاکہ مسلک و مشرب کے ماننے والے کسی بھی موقع پر کہیں کمزور دکھائی نہ دیں، تذبذب اورڈِھلمل یقین نہ رہیں بلکہ عزم کامل کے ساتھ انہیں اپنے مسلک و مشرب پر سوفیصد اعتماد ہو، اس بات کا اندازہ آپ ان کے ان فرامین سے لگائیے کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر شکوک وشبہات پھیلاتے نہیں تھکتے ان کے بارے میں کس طرح آپ عزم ویقین کے ساتھ بات کررہے ہیں۔

مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور غیر مقلدین

مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصل محاذ قادیانیت اوررافضیت تھا، وہ شبانہ روز انہی دوخطرناک یہودی کارپردازوں کا مقابلہ کررہے تھے، ان کا تعاقب کر رہے تھے، ان کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کررہے تھے، وہ انہیں کے خلاف خم ٹھونک کر میدان عمل میں کھڑے تھے، مگر کچھ چھچھوندریاں ایسی بھی کبھی کبھار ان کے راستے میں آجاتی تھیں جو ان کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مزاحم دکھائی دیتی تھیں، پھر ہلکاپھلکاان کا بھی آپریشن کرتے تھے، ان میں ناقدین امام ابوحنیفہؒ غیر مقلدین ہیں، ان کے بارے میں جانشین امام اہل سنت فرماتے ہیں

''اب آیئے! یہ غیر مقلدین حضرات ان کو جناب کہیں، مولانا کہیں، حضرت کہیں یا کیا کہیں؟ اس کو وہ خود ہی طے کریں گے، اس لیے کہ بغیر حدیث کے تو وہ کوئی کام کرتے نہیں، لیکن آج تک یہ نہ بتاپائے کہ تکبیر تحریمہ زور سے کہی جائے یا چپکے سے کہی جائے، کوئی ایسی صحیح غیر متعارض حدیث ہمارے سامنے پیش کیجیے، جس سے یہ پتہ چلے کہ آپ حدیث پر عمل کرنے والے ہیں، آج تک یہ نہ بتاپائے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تراویح کی آٹھ رکعت بتائی ہے، نہیں بتاپائیں گے، یہ حضرات بھی درحقیقت دشمنانِ دین ہیں، خاص طور پر انگریزوں نے ان کے اندر تشدد پیدا کیا ہے اورانگریز، عیسائی اور یہودی اسلام کے ہمیشہ سے دشمن ہیں، ان لوگوں نے یہ

فتنہ پیدا کیا، ہمارامزاج یعنی ہمارے اکابر کامزاج جھگڑے کا نہیں ہے، ایک زمانہ تک ہم نے ان سے اتحاد قائم کیا، ہمارے علماء کی ایک نمائندہ جماعت جمعیت علماء ہند نے دوراول میں جمعیت کے باقاعدہ ممبر بنائے۔

ان غیر مقلدین کو (جو اپنی خود درائی پر رہ کر کبھی کسی امام تو کبھی کسی اور امام کے مذہب پر عمل کرتے تھے) ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی سروکار نہیں تھا، کسی کو برا بھلا نہیں کہتے تھے، ہم نے ان کو گوارا کیا، لیکن آج جب کہ تشدد پیدا ہو رہا ہے، نہ تم (غیر مقلدین) امام بننے کے لیے تیار ہو اور نہ ہی تم مقتدی بننے کے لیے تیار ہو، اگر تم مقتدی بنو گے تو مقلد ہو جاؤ گے، امام بنو گے تو مجتہد بن جاؤ گے، مجتہد تم ہو نہیں سکتے، مقتدی تم بن نہیں سکتے، لہذا تم ہو کیا؟ یہی تم کو معلوم نہیں، ہمارے مفتی صاحب حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ (صاحب فتاویٰ رحیمیہ، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے) نے فرمایا کہ یہ اہل حدیث نہیں بلکہ لامذہبیہ ہیں، بڑا ہی پیارا اور شاندار نام ہے کہ ان کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے۔

ہم سے کسی نے یہ سوال کیا کہ کیا عقائد میں بھی تقلید ہے؟ لیکن کیا سوالات اور ان کے جوابات پر ہم ساری توانائی خرچ کرتے رہیں گے؟ کہ سوالات وہ کرتے ہیں اور جوابات ہم دیتے رہیں، سبحان اللہ یہ تو بڑا اچھا کام ہے کہ آپ (غیر مقلدین) کیوں کیوں کرتے رہیں اور ہم کیوں کا جواب دیتے رہیں، سن لیجیے! ہمارا معاملہ مدلل و مبرہن ہے کہ ہم باقاعدہ طور پر حجت کو حجت مانتے ہیں، صحیح کو صحیح مانتے ہیں اور غلط کو غلط مانتے ہیں، لہذا آپ (غیر مقلدین) تشدد پر مت اتریئے اور جب تشدد پر آپ نہیں اتریں گے تو بات خراب نہیں ہو گی اور اگر آپ (غیر مقلدین) تشدد پر آئیں گے تو آپ اپنا گھر بچا نہ پائیں گے۔ (تربیتی خطاب)

مولانافاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات توسوفیصد درست ہے، یہ صرف ہندوستان کی بات نہیں پاکستان میں بھی ان لوگوں نے اودھم مچار کھاہے، یہ لوگ سینماؤں میں جانے والوں کو فلمیں دیکھنے سے نہیں روکیں گے، یہ لوگ ڈرامے کرنے والوں کو نہیں روکیں گے، مگر حنفی مسلک کی کسی مسجد میں نماز پڑھنے والے کی شامت اس وقت آجاتی ہے جب ان کی نظر پڑجائے کہ یہ اس مسجد کا نمازی ہے، انہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے چڑ ہے، یہ امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے قائل نہیں ہیں، یہ انہیں کپڑا فروش کہتے ہیں، یہ انہیں پارچہ فروش کہتے نہیں تھکتے، اپنے لوگوں کے اذہان وقلوب میں حنفیوں کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں، ہم توان کے بارے میں بہت ہی نرم گوشہ رکھتے ہیں، اس لیے کہ چلوکسی نہ کسی درجہ میں یہ توحید پرست ہیں، مگران لوگوں کواس خیال ورورعایت کاذراخیال نہیں ہوتا، ان کاعلاج مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیروکاروں کو درست ہی بتایاہے۔

مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

”بہرحال ان کوخاموش کرنے کے لیے ہمارے اندر ٹھوس صلاحیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے، ہم اپنی صلاحیت خالی جواب دہی پر ختم نہ کریں، ابھی حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب نے بتایا کہ روزانہ مطالعہ کرو، اپنے اندر علم بڑھاؤ، آپ کیوں نہیں سوال کرتے؟ کل میں نے یہاں رہتے ہوئے ایک بات سوچی کہ قرآن مجید سات قرأتوں پر نازل ہواہے، اب غیر مقلدوں سے پوچھیے کہ تم کس کی قرأت پر پڑھتے ہو؟ حمزہ، قالون، کسائی، حفص، شعبہ، ان میں سے کس کی روایت پر پڑھ رہے ہو؟ اگر کہیں کہ امام حفص کی قرأت پر پڑھتے ہیں توکہیے کہ اچھابتایئے! کس حدیث میں لکھاہواہے کہ امام حفص کی روایت چلے گی؟ اگر کوئی ایسی حدیث ہوتومہربانی فرماکر ہمیں بتلادو؟ آپ (غیر مقلدین) بتایئے کہ یہ بخاری،

مسلم ترمذی، ابوداؤد، صحاح ستہ جن سے آپ (غیر مقلدین) استدلال کررہے ہیں، کیسے معلوم ہوا کہ بخاری ومسلم کی ساری احادیث صحیح ہیں؟ یہ کیسے پتہ چلا؟ آپ (غیر مقلدین) اس پر کوئی سند حدیث کی بتاسکتے ہیں؟ حضور ﷺ نے کہیں ایسا فرمایا ہے؟ یادرکھو! یہ بات صرف الزامی نہیں ہے بلکہ ان کی آنکھیں کھولنے والا سوال ہے، پھر اسماء الرجال کا فن لے کر پوچھو کہ کیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے؟ کیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے؟ کیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے؟ حضور ﷺ نے ان اصطلاحات کے بارے میں کچھ بتایا ہے؟ یہ اصطلاحی الفاظ ان معانی میں جن معانی میں ہم بول رہے ہیں کسی حدیث سے ثابت ہے؟

یادرکھیے! کہ آپ (غیر مقلدین) کسی حدیث کو صحیح نہیں کہہ سکتے، اس لیے کہ حدیث کو صحیح کہنے کے لیے بھی آپ حدیث کے محتاج ہیں، پھر حدیث کے جو معنیٰ محدث نے بتائے، اس معنیٰ کو جو آدمی قبول کررہا ہے یہ قبول کرنا اصلاً تقلید ہے، اگر حدیث کی روایت کومان رہے ہیں تو تقلید فی الروایۃ ہے، اگر حدیث میں محدث کی عقل پر بھروسہ کررہے ہیں تو تقلید فی الدرایہ ہے، نتیجہ یہ ہے کہ تقلید سے آپ (غیر مقلدین) بھاگ نہ پائیں گے اوراگر تقلید سے بھاگیں توکوئی راستہ نہیں ملے گا، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگوں کو سمجھائیں کہ اختلاف پیدا نہ کرو، فتنہ کو ختم کرنے کی کوشش کرو، آج لوگ باہر سے آتے ہیں اورآکر کے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ جن سے ہوش وحواس اڑ جائیں۔ (تربیتی خطاب)

میرے خیال کے مطابق مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدین کے خلاف جواس قدر سخت مؤقف اختیار کیاہے اس کی وجہ یہ سمجھ میں آرہی ہے کہ یہ لوگ اپنے کو عقل کل سمجھتے ہیں، یہ دین کو اپنی خواہشات کے مطابق سمجھنے

اور ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی فہم ناقص کو کامل گردانتے ہیں، ان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی قدسی شخصیات پر بھی اعتماد کلی نہیں ہے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان باتوں کو تو تسلیم کر لیتے ہیں جو ان کی تائید میں ہوں، مگر ان باتوں کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں جو ان کی خواہشات کے بے لگام گھوڑے کو کچلتی ہوں، مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کے ایک مفتی صاحب کو سمجھاتے ہوئے غیر مقلدین کے خلاف بر سر پیکار ہونے کا گر بتایا، مفتی صاحب غیر مقلدین کے خلاف تقلید کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کی بات کر رہے تھے، مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رائے کے ساتھ اتفاق نہیں کیا، مفتی صاحب کی بات کے جواب میں فرمایا کہ

"غیر مقلدوں سے لڑنے کے لیے آپ کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہونا چاہیے کہ تمام غیر مقلدین پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو بدعتی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں، جب فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کہی تو مفتی صاحب نے اتفاق کیا۔

جب رمضان المبارک کا ماہتاب دکھائی دیتا ہے تو مسلمان تراویح کی نماز کے لیے بڑے اہتمام کے ساتھ مساجد کا رخ کرتے ہیں، جب کہ غیر مقلدین تراویح کی رکعت اور ان کی تعداد بارے میں غلط فہمیاں پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، ایسے وساوس پیدا کرتے ہیں کہ آٹھ تراویح پڑھنے کے بعد کہیں شیطان لوگوں کو مسجدوں سے باہر لے جاتا ہے اور کہیں غیر مقلدین کا شور و غوغا لوگوں کو مساجد سے باہر دھکیلتا دکھائی دیتا ہے، مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے تربیتی اجلاس میں دوران خطاب بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ

" بیس رکعات کی ایک حدیث بھی ہمارے پاس نہ ہو، تب بھی صحابہ کرام کا عمل ہمارے نزدیک بہت بڑی حجت ہے، آخر کار اجماع کوئی چیز ہے یا نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک امام کے پیچھے بیس رکعت پر جمع فرمادیا، کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اس پر نکیر نہیں کی، اگر یہ اقدام غلط ہوتا تو کوئی ایک توٹوک دیتا؟ کیا مروّت میں ڈر کے مارے کوئی نہیں بولا؟ نہیں! ہر گز نہیں، حق گوئی اور دوٹوک بات کہنے کی مثالیں موجود ہیں"

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار سفر عمرہ کے دوران انگلینڈ میں موجود ایک پتلون شرٹ میں ملبوس غیر مقلد کو جب دیکھا کہ وہ عمرہ کے لیے جارہا ہے مگر پینٹ اور شرٹ میں ملبوس ہے، اس سے آپ نے احرام سے متعلق پوچھا؟ پھر اس سے چند چبھتے ہوئے سوالات بھی کر لیے، آپ نے اس غیر مقلد سے پوچھا کہ آپ لوگ مصلحت پسند بھی تو ہیں، کہا کہ نہیں بالکل نہیں، ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں، میں نے کہا کہ مکہ اور مدینہ میں بیس رکعت نماز مصلحت کی بنیاد پر آپ پڑھیں گے؟ آٹھ رکعت کے بعد غالباً چلے آئیں گے، اس لیے کہ آپ آٹھ رکعت کی حدیث رکھتے ہیں مکہ والوں سے پوچھیے گا کہ ان کے پاس بیس رکعت کی کوئی حدیث ہے؟ آپ لوگ بظاہر ان کا نمک کھاتے ہیں لہذا آپ بتائیں کہ ان کے پاس بیس رکعت کی کوئی حدیث ہے؟ اگر ہے تو ٹھیک ہے ورنہ آٹھ رکعت والی تو ضرور ہوگی، لہذا مکہ میں آٹھ رکعت ہونا چاہیے، کہنے لگے میں کچھ کام کر رہا ہوں، آپ دوسرا کوئی کام کیجیے، میں نے کہا کہ بہت اچھا"۔

فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ فتنہ اس وقت پھیل رہا ہے اور حضرات علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعی جانشین ہیں، ایک طرف اہل علم کا کام ہے کتابیں پڑھنا، پڑھانا، مدارس کو دیکھنا اور ذمہ داری قبول کرنا اور دوسری طرف اہل علم کا کام ہے کہ ان تمام فتنوں کا تعاقب ہر حال میں کریں، اگر یہ کام اہل علم نہیں کریں گے تو اب اور کوئی امت نہیں آئے

گی، حضور پاک ﷺ اگر ایک وقت میں معلم ہیں تو اسی وقت سپہ سالار بھی ہیں۔ (تربیتی نشست سے خطاب)

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم، مدح صحابہ رضی اللہ عنہم اور ردّ قدحِ صحابہ کا مشن وراثت میں ملا تھا، ان کی حیاتِ مستعار کا نشیب و فراز، اوڑھنا اور بچھونا سب ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے وقف تھا، سہ ماہی رسالہ "حسامی" نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم نمبر رجب تا رمضان ۱۴۳۲ھ میں شائع کیا تھا، اس میں ایک اہم الاہم مضمون مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، جس کا عنوان تھا "حضرات شیخین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نظر میں" اس میں آپ نے حضرات شیخین کے ساتھ مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت کا عجیب نقشہ یوں کھینچا کہ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ کی پوری تفسیر اذہان میں منتقل کر دی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الفتح کی آیت معیت اور سورۃ آل عمران کی آیت الفت تحریر فرمائی، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حسین پیرائے میں تذکرہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھی آپس میں بڑے رحم دل ہیں" دوسرے مقام پر اللہ فرماتے ہیں

"اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تم باہم دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی، پھر تم خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"وہی اللہ ہے جس نے اے نبی! آپ کو اپنی مدد سے اور ایمان والوں سے قوت دی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی، اگر آپ روئے زمین کی تمام دولت خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ نے ان میں

باہم الفت پیدا کر دی، بے شک وہ غالب حکمت والا ہے"۔

ان آیات کے متن اور ترجمہ کے بعد مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"خداوند کریم نے اس آیت میں خبر دی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قبل اسلام باہم سخت عداوت تھی کہ اس کا دُور کر دینا انسانی طاقت سے بالاتر تھا، حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمایا کہ آپ بھی تمام دنیا کی دولت خرچ کر کے ان کی عداوت زائل نہ کر سکتے تھے، خداوند کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے اس عداوت کو دُور کر کے ان میں باہم الفت پیدا کر دی کہ وہ بھائی بھائی ہو گئے، ان کی اس باہمی الفت کو خدا نے اپنی نعمت فرمایا اور اپنی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ قرار دیا"۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"قرآن کریم کی یہ آیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپسی محبت اور تعلق پر واضح اور قطعی دلیل ہیں، اس کے باوجود اگر ان میں کبھی اختلاف رائے ہوا تو اس میں کوئی خدائی حکمت ضرور ہے، یوں سمجھنا چاہیے کہ ان کے اختلافات کا مقصد یہ تھا کہ امت کے سامنے اختلاف رائے اور نزاع کی حدود و قیود کی صورت کے مسائل واضح ہو جائیں، لیکن مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی ان کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا اور تبصرہ کرنا حرام ہے مگر بضرورت شرعی اور بہ نیت نیک اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم کوئی جھگڑا ہوا ہو تو ہمیں دونوں کی طرف سے حسن ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے، مثلاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں وہ خانہ جنگیاں پیش آئیں، اوّل جنگ جمل اور دوم جنگ صفین، پہلی جنگ میں ایک جانب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کے ساتھ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، دونوں جانب اکابر صحابہ تھے مگر لڑائی دھوکہ دھوکہ میں چند مفسدوں کی حیلہ سازی سے پیش آگئی، ورنہ ان میں باہم نہ رنجش تھی نہ آپس میں لڑنا چاہتے تھے۔

مفسدوں کی فتنہ پردازی ہوئی
باعث خوں ریزی جنگ جمل
ورنہ شیر حق سے طلحہ اور زبیر
چاہتے ہر گز نہ تھے جنگ وجدل

اس لڑائی میں ہر فریق سے دوسرے کے فضائل منقول ہیں۔(تربیتی خطاب)
مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

" دوسری جنگ صفین، اس جنگ میں ایک جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، اس لڑائی کے متعلق اہل سنت کا فیصلہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھ والے باغی اور خاطی، مگر اس خطا پر ان کو برا کہنا جائز نہیں، کیونکہ وہ بھی صحابی ہیں اور صاحب فضائل ہیں اوران کی یہ خطا غلط فہمی کی وجہ سے تھی اور غلط فہمی کے اسباب موجود تھے، ایسی خطا کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں جس پر عقلاً وشرعاً کسی طرح مؤاخذہ نہیں ہوسکتا"

اس پر مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا استشہاد پیش کیا کہ

"باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود وصاحب فضیلت جلیلہ درزمرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم زینہار درحق او سوء ظن نہ کنی ودرورطہ سبّ او نیفتی تامرتکب حرام نہ شوی"

جاننا چاہیے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے اورزمرہ صحابہ میں بڑی فضیلت والے تھے، خبردار ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور نہ ان کی بدگوئی میں پڑکر فعل حرام کے مرتکب نہ ہوبنا"

فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابتداءً توباغی تھے مگر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی صلح وبیعت کے بعد وہ بلاشبہ خلیفہ برحق ہوگئے۔

شیخین رضی اللہ عنہما اور مولا علی رضی اللہ عنہ کی باہمی محبت

مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان تفریق اوردوریاں بتانے والوں کوانہی کی کتابوں سے سمجھایا، پھر نتیجہ نکالتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ کلمات غور سے پڑھیے اور دیکھیے کیسی محبت اور کیسی عقیدت ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، ان سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں۔

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا محب مخلص جانتے تھے، مشورہ اسی سے طلب کیا جاتا ہے جس کی محبت اوراخلاص پر پورا اعتماد ہو۔

② حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دین کے متعلق جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا اور تمام صحابہ کا تھا فرمایا کہ اللہ اس کی عزت کا ذمہ دار ہے اوراس دین والوں کو خدا نے بے سرو سامانی میں مدد کی ہے وہ اب بھی موجود ہے۔

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات کو بے مثل اور بے نظیر جانتے تھے اوران کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کو روئے زمین میں کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا مددگار اور ملجاوماویٰ فرمایا۔

⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں جانے سے روکا کہ مبادا وہ شہید نہ ہوجائیں، اگر بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے عداوت تھی تو روکنے کے بجائے میدان جنگ میں جانے کی ترغیب دیتے اوران کی شہادت کو مسلمانوں کے لیے راحت تصور کرتے۔ (تربیتی خطاب)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت والفت تھی، اس کے لیے مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہج البلاغہ کا ایک اور حوالہ پیش کرتے ہوئے نتیجہ نکالا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ کلام بھی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی محبت واخلاص اور عقیدت کو روز روشن کی طرح ظاہر کر رہا ہے، چند فوائد اس کلام کے حسب ذیل ہیں

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو خدا کا لشکر فرمایا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جماعت میں اپنی ذات کو بھی شامل کر کے فرمایا کہ ہم لوگوں سے خدا نے فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات کو مسلمانوں کا مایہ نظام فرمایا اور فرمایا کہ یہ نظام آپ کے بعد قیامت تک پھر کبھی نہ ہو گا اس لیے کہ آپ قیم الامر ہیں۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے عربوں کو باوجود قلت کے بوجہ اسلام کے کثیر اور بوجہ باہمی اتحاد کے باعزت فرمایا، معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک باہمی رنجش وعداوت کے سب قصے غلط اور خود تراشیدہ ہیں۔

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کی جاں نثاری اور محبت کو بیان فرمایا۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی شکست اور ان کے دشمنوں کی فتح کو خدا کا ناپسندیدہ اور مکروہ امر فرمایا۔

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زمانہ گزشتہ کے غزوات اور ان کو خدا کے الطاف وعنایات کی یاد دلا کر تسکین دی۔

یہ دلائل اور ان کے نتائج واضح کرتے ہیں کہ مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کس طرح فنا فی الصحابہ رضی اللہ عنہم تھے، وہ کس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے دیوانے، پروانے اور مستانے تھے، کہ ایک ایک دلیل سے دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم پر واضح کرتے چلے جاتے ہیں کہ

اے کائنات کے ظالمو! تم نے ان پاکباز ہستیوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے، ان میں تفریق پیدا کرنے، انہیں ایک دوسرے سے جداجداد کھانے کی ناپاک وناروا کوشش کی ہے ورنہ اللہ اور رسول اللہ نے انہیں رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ فرمایا ہے، وہ باہم شیر وشکر تھے، وہ پہلے باہمی عداوت کا شکار تھے رب نے ان کی عداوت کو الفت ومحبت میں بدل دیا تھا، ان کی باہمی کشاکش کے بعد الفت کو اللہ نے نعمت سے تعبیر فرمایا ہے، اسی نعمت خداوندی کی بدولت وہ بھائی بھائی بن گئے تھے، اسی کو اللہ نے تعبیر کیا کہ تم لوگ مال ودولت خرچ کر کے بھی ان میں الفت ومؤانست پیدا نہیں کر سکتے تھے، جو اللہ نے ایک اشارے سے ان میں رکھ دی اور اسے نعمتِ خداداد سے تعبیر فرمایا۔

ایسی الفت پیدا ہوئی کہ وہ ایک دوسرے کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ بن گئے، رحمت للعالمین ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ان کی باہمی محبت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب خبر مشہور ہوئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں ظالمانِ مکہ کے دست تظلم سے جام شہادت پی گئے تو سنہ ٦ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر کس طرح جانثاران رسول نے انتقام عثمان رضی اللہ عنہ لینے کی بیعت کی تھی؟ بعد ازاں حضرت علی کی بیٹی ام کلثوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں آئیں، یہ بات سنی اور شیعہ دونوں کتابوں میں موجود ہے، جس سے ان کی باہمی الفت ومحبت عالم آشکار ہوتی ہے۔

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ محرم الحرام کے ابتدائی ایام میں لوگوں کی ذہن سازی کے لیے حضرت سید عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کرنے کے لیے محافل کا انعقاد کرتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ابوجہل اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی دعا مانگی، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھ سال تک نبی کریم ﷺ دعا مانگتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دعا کا وہ حصہ قبول فرمایا جس

میں آپ مانگتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائیں، کوئی دوسرا صحابی ایسا نہیں تھا جس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سال تک دعا مانگی ہو، اس معاملہ میں عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ممتاز ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خود گئے اور ایمان لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پلے بڑھے اور خود جا کر ایمان لائے، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ خود سے آئے اور ایمان لے آئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود سے آئیں اور ایمان لائیں، مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مانگا ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ضرورت تھی۔

وہ اکیلے مرادِ رسول ہیں، یہ بات یاد رکھیے کہ اکیلے مرادِ رسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں، اس لیے کوئی آدمی اس بات کو لے کر نہ بیٹھ جائے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل تھے یا عمر رضی اللہ عنہ؟ فرقِ مراتب کا خیال انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی رکھنا چاہیے اور فرقِ مراتب کا خیال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی رکھنا چاہیے مگر کسی کی تذلیل کر کے، کسی کی تحقیر کر کے کسی کے مرتبے کو بڑھانا اور کسی کے مقام کو گرانا یہ بہت بڑی جہالت ہے، ایسا شخص قرآن سے مفلس ہے، حدیث سے مفلس ہے، اسے قرآن نہیں آتا، حدیث نہیں آتی، وہ نہ قرآن جانتا ہے اور نہ ہی مزاجِ شریعت جانتا ہے۔

یہ بات یاد رکھو! کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں بلا ریب سب سے اعلیٰ، سب سے بالا اور سب سے برتر ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، شرکائے بدر میں سے ہیں، مرتبے کے اعتبار سے بلند و بالا ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں ملیں، پے در پے دو بیٹیاں ان کے نکاح میں آئیں، یہ انہی کی خصوصیت ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بیٹی

ملی، حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو ایک بیٹی ملی، اس لیے ہم یہاں اپنے طور پر مرتبے بڑھانے اور گھٹانے بیٹھ جائیں یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاندین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست میں مظلوم ترین صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں، جن پر چودہ سو سال سے تبرائی تبرا کرتے چلے آرہے ہیں، ان پر سب و شتم کی بوچھاڑ تاریخ کے چیتھڑوں کو پیش نظر رکھ کر کی جارہی ہے، ایک پل ان ظالم زبانوں کو سکون نہیں ملتا، مجالس میں، مذاکروں میں، جلسوں میں، امام بار گاہوں میں وہ گز گز کی زبانیں کھول کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دشنام طرازی کرتے ہیں، حضرت مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر باقاعدہ کتاب تالیف فرمائی، جس کا نام "امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور معاندین کے اعتراضات" رکھا، جو زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ارباب ذوق وشوق سے داد تحسین پاچکی ہے۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف دورِ اول سے ہی بدگمانیوں اور بدزبانیوں کا بازار حاسدین کی طرف سے گرم رہاہے اور یہ فتنہ ہر دور میں علم و تحقیق کے نام پر صرف تاریخ کے سہارے دینی فضا کو مسموم کرنے کی کوشش کرتا رہا، بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کے مریضوں کا متعدی وائرس کبھی کبھی حب صحابہ رضی اللہ عنہم کا دم بھرنے والوں کو بھی متأثر کردیتاہے اور وہ جاہ پسندی دولت اندوزی اور شہرت طلبی کی ہوس میں یا نسبی تعصب اور خاندانی عناد کی بھڑاس نکالنے کے لیے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنے لگتے ہیں اور ان طاعنین کا نشانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ضرور بنتی ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حب علی رضی اللہ عنہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کی تکمیل بغض معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔

ایسے حالات میں ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر مسلمان امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے "دفاع معاویہ" کا فرض ادا کرے، ان کے کمالات وخوبیوں، ایمانی مقام اور قرابت رسول ﷺ کے تحفظ کی فکر و تدبیر کرے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حادثہ صفین کے بعد اپنے طرف داروں کو جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کرنے لگے تھے تاکید کے ساتھ حکم دیا

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مَعَاوِيَة. فَإِنَّكُم لَو فَقَدتُمُوهُ رَأَيتُمُ الرُّؤُوسَ تَنْدُرُ عَنْ كَوَاهِلِهَا كَأَنَّهَا الْحَنْظَلُ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۳۱)

اے لوگو! تم معاویہ کی حکومت کو برا مت سمجھو کیونکہ اگر یہ حکومت نہ رہے گی تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سروں کو اندرائین کی طرح تمہارے شانوں سے الگ کر دیا جائے گا۔

جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کیا اوران کے ساتھیوں کو لعن طعن کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمان جاری کیا کہ اس حرکت سے باز آجاؤ، میں تمہارے گالی دینے اور لعن طعن کو پسند نہیں کرتا، ہاں تم کہو کہ اے اللہ! ہم دونوں فریق کو خوں ریزی سے بچالے اور ہمارے درمیان اصلاح کی شکل قائم فرمادے اوران کے بھٹک جانے سے ہدایت فرما۔ (اخبار الطوال دینوری شیعی ص۱۶۵)

اسی طرح نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک خط موجود ہے جس میں آپ نے واقعہ صفین کی اصل وجہ بتاتے ہوئے کہا تھا کہ

"ہم لوگ دینی معاملہ میں بالکل متفق اور متحد ہیں اور یہ خط آپ نے اپنے ملک کے والیوں کو بھیج دیا تھا تاکہ لوگ بد گمان نہ ہوں، آپ نے لکھا کہ ہمارے اوراہل شام کے درمیان مقابلہ ہو گیا جب کہ ظاہر بات یہ ہے کہ ہمارا رب ایک ہے،

ہمارے نبی ایک ہیں، اسلام میں ہماری دینی دعوت ایک ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اوراس کے نبی کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں، ہمارا اوران کا دینی معاملہ ایک جیسا ہے ،ہاں خون عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمارااوران کا اختلاف ہو گیاہے جب کہ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔(نہج البلاغہ ج۲ص۱۱۴)

ان واضح اعلانات کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بدخواہ اور برائی کرنے والے اپنے رویہ پر غور کرلیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں وہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے باغی تو نہیں بنے جارہے ہیں۔

مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"یہاں اسی سلسلہ کی چند گزارشات پیش کی جارہی ہیں،اس مضمون کے ابتدائی حصہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندانی پس منظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کا ذکر ہے،عدم فضیلت کے شبہ کا(جس کو مخالفین معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے شد و مد کے ساتھ اٹھاتے ہیں)جواب دیا گیا ہے پھران کی صحابیت ،جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین واکابر امت کی اس سلسلہ میں رائے پیش کی گئی ہے،اس کے بعد مقام صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیان کیا گیاہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔

بقول حضرت مفکر اسلام مولاناسید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

"حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ایک ممتاز فرد ہیں، ان کے مناقب میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو لوگ ان پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اوران کے سلسلہ میں بے باکی وزبان درازی سے کام لیتے ہیں ان کواس امر کا پاس ولحاظ ہوناچاہیے کہ وہ ایک ایسے صحابی ہیں جن کو قرابت کا شرف بھی حاصل ہے"(المرتضیٰ اردوص۲۷۳)

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بعض ضروری گوشے اجاگر کیے گئے ہیں کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوری سوانح حیات اس کتاب کا موضوع نہیں ہے، آپ کی فضیلت کو بھی مختلف طریقوں سے واضح کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں وارد بعض احادیث پر کلام کیا گیا ہے، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ محدثین کا اتفاق ہے کہ ضعیف ہو مگر اس کے شواہد اور مؤیدات پائے جاتے ہوں تو ضعیف روایت احکام میں بھی بعض حالات میں قبول کرلی گئی جاتی ہے، تو فضائل میں بدرجہ اولیٰ قابل قبول ہوگی۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں اوران پرکیے جانے والے اعتراضات کے جوابات دینے کی یہ کاوش مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مخلصانہ کاوش ہے، اس کے پیش لفظ میں فرماتے ہیں کہ

''یہاں نہ کسی تعریف وستائش کی تمنّا ہے نہ ہی کسی خردہ گیری کی پرواہ، صرف اپنے واجب کی انجام دہی اور قول خداوندی اَلَآ اِنَّھُم ھُمُ السُّفَھَآءُ اور قول رسول فَقُولُوا لَعنَۃُ اللہِ عَلَی شَرِّکُم کی پیروی مقصود ہے، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور امت کے لیے مفید بنائے۔(ص۱۰)

ماشاء اللہ ڈھائی سو صفحات کے قریب یہ کتاب اپنی نوعیت کی منفرد، دلچسپ اور معلومات افزا کتاب ہے، جس کی سطر سطر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، جس کا ایک ایک عنوان قابل توجہ ہے، جس میں دلائل وبراہین کے انبار ہیں، دشمنان سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ریشہ دوانیوں کا پردہ نہ صرف چاک کیا گیا بلکہ اس کا درست آپریشن کیا گیا، میرے خیال میں یہ کتاب نہیں بلکہ ایٹم بم ہے جو دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سینے یوم النشور تک چھلنی کرتا اوران کے گھروندوں پر قہر الٰہی بنتا رہے گا، بہت ہی بہترین کاوش ہے، اللہ مولانا فاروقی کی اس کاوش کو قبول کرے۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسئلہ ہر دور میں ایک معرکۃ الآراء مسئلہ رہا ہے، اس میں بڑوں بڑوں کے دماغ ہل جاتے ہیں، پاؤں پھسل جاتے ہیں، عقائد و نظریات کی ستیاناس نکل جاتی ہے، مگر مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال متانت، دیانت اور اسلاف کے دامن کو تھامتے ہوئے حقائق پر مبنی دلائل پیش فرمائے، آپ لکھتے ہیں کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والی ان جنگوں اور اس اختلافی دور کو اہل علم "دور فتن" کہتے ہیں۔

اس زمانہ میں جو حالات اور واقعات پیش آئے اس کے احکام الگ ہیں اور امن واطمینان والے دور کے احکام الگ ہیں، یہ خطرناک اور امت کے لیے اذیت ناک حالات کیسے پیدا ہو گئے؟ اس بحث میں الجھ کر اپنے دین وایمان کو خراب کرنے سے بہتر ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیا جائے، وہ اس کی مصلحتوں سے خوب واقف ہے۔

اکابرِ امت نے اس سلسلہ میں یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے جو زیادہ احتیاط اور سلامتی والا راستہ ہے، کیونکہ اہل سنت کے نزدیک دونوں فریق کی تعظیم واجب ہے اور کسی کو برا کہنا جائز نہیں ہے، اس لیے امت نے ان کے اختلاف کو اجتہادی قرار دیا ہے، جس سے کسی فریق کے حضرات کی شخصیتیں مجروح نہیں ہوتیں، حضرات تابعین اور علمائے امت کے بے شمار فرمودات بطور نصیحت کتابوں میں موجود ہیں جو امت کے لیے بہترین سبق ہیں۔

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ محتاط تحریر پیش کرنے کے بعد اسلاف کے حوالے پیش کیے جنہوں نے ہمیں تلقین فرمائی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف زبانیں نہ کھولی جائیں، اللہ تعالیٰ نے جن معاملات میں تمہارے ہاتھوں کو دور رکھا

ہے تو تم پر لازم ہے کہ اپنی زبانوں کو اس میں ملوث نہ کرو، جنگ جمل و صفین کی خوں ریزی پر لب کشائی کرنے کی بجائے یہاں تک سمجھایا اور بتایا گیا کہ اس خون سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا ہے تو ہمیں اپنی زبانیں بھی محفوظ رکھنا چاہییں، انہیں تبرا کرکے آلودہ نہیں کرنا چاہیے۔

امت مسلمہ کے جید علماء کرام اور اکابرین کے حوالوں سے آپ نے مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم، خصوصاً جنگ جمل و صفین کے بارے میں درست موٴقف واضح کیا، دلائل دیے اور حوالے پیش کیے، آگے چل کر اپنے جد امجد امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا، مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات یعنی ان کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے مگر بضرورت شرعی رو بہ نیت نیک اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم کوئی جھگڑا ہوا ہو ہمیں دونوں فریق سے حسن ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے جس طرح دو پیغمبروں کے درمیان اگر کوئی بات اس قسم کی ہو جائے تو ہم کسی کو برا نہیں کہہ سکتے بلکہ دونوں پر ایمان لانا بہ نص قرآنی ہم پر فرض ہے۔(خلفاء راشدین ص ۱۱)

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والی صلح کی شرائط بھی شق وار تحریر فرمائی ہیں، سنی اور شیعہ دونوں موٴرخین کے حوالے سے ان شرائط کو بیان کیا گیا ہے، فرماتے ہیں کہ

'' شیعہ سنی موٴرخین مثلاً علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ ج۸ میں اور موٴرخ دینوری شیعی نے اخبار الطوال ص۲۱۸ میں اس صلح کا پس منظر اور اس کے شرائط تحریر کیے ہیں، چنانچہ جن شرائط پر صلح ہوئی وہ مندرجہ ذیل ہیں ① اہل عراق پر دشمنی اور کینہ کی بناء پر گرفت نہیں کی جائے گی۔ ② عام رعایا کو امان دی جائے گی۔ ③ لوگوں کی یاوہ گوئی کو برداشت کیا جائے گا۔ ④ علاقہ اہواز، دارا

بجرد کی پوری آمدنی ہر سال حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دی جائے گی۔ ⑤ کوفہ کے بیت المال سے پچاس لاکھ درہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ملیں گے۔ ⑥ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو بیس لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دیا جائے گا۔ ⑦ عطایا اور صلہ جات میں بنی ہاشم کو بنی عبد شمس پر فضیلت دی جائے گی فاضل اربلی شیعی اور ملا باقر مجلسی نے ایک اور شرط کا اضافہ کیا ہے کہ ⑧ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت خلفائے راشدین صالحین پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (علی بن عیسی اربلی) ج ۲ ص ۱۴۵ طبع تبریز ایران، بحارالانوار ملا باقر مجلسی ج ۱ ص ۱۲۳)

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بہت سی شرائط پر مصالحت کی تھی اور جن امور کی انجام دہی کی ذمہ داری قبول کی تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو پورا کر دیا۔ (ص ۱۵۹)

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فائدہ کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ

"اس موقع پر یہ چیز بھی ذکر کر دینا مناسب ہے کہ جس طرح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے شرائط مذکورہ بالا کے ساتھ صلح کر کے بیعت کر لی تھی اور وہ اس پر مطمئن تھے اور کسی طرح بھی پریشان و پشیمان نہیں تھے اسی طرح آپ کے عزیز القدر بھائی سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اگرچہ شروع میں صلح سے متفق نہیں تھے لیکن بعد میں اس بیعت میں شامل ہو گئے تھے اور معاہدہ کی تمام کارروائی میں شریک تھے اور اس کو صحیح قرار دیتے تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بعض لوگوں نے اس مصالحت اور بیعت کو توڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (جیسا کہ شیعہ مؤرخ نے لکھا ہے) فَقَالَ الحُسَینُ اِنَّا قَدْ بَایَعنَا وَعَاھَدنَا

وَلَاسَبِیلَ اِلَی نَقضِ بَیعَتِنَا (اخبار الطوال دینوری شیعی) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی ہے اوران سے ہمارا معاہدہ ہوچکا ہے اب اس بیعت کو توڑنے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہا۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"مصالحت کی کارروائی پوری ہونے کے بعد مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور افتراق کے خواہاں اور دین بیزار لوگوں کا براحال تھاوہ غصہ سے تلملائے ہوئے تھے۔(ص ۱۶۰)

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والی صلح کا نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اس صلح سے یہ نظریہ بھی ختم ہوجاتا ہے کہ خلافت وامامت ایک مخصوص منصب ہے اوراللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اوان کی اولاد کے مخصوص افراد کے لیے خاص ہے، لہذا ان کے سوا کسی شخص کو امامت وخلافت کا یہ حق نہ پہنچے گا اور شرعاً اس پر کسی کا حق نہیں ہے، سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امر خلافت سپر کردینا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ عقیدہ امامت وخلافت کا یہ نظریہ صحیح نہیں ہے، امت کے دیگر افراد بھی اس کے مستحق ہوسکتے ہیں، اگر یہ بات صحیح نہ ہوتی توحضرت حسن رضی اللہ عنہ ہرگز خلافت کا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد نہ کرتے، جس طرح نبوت ایک مخصوص منصب ہے اور کوئی نبی کسی غیر نبی کو یہ منصب سپرد نہیں کرسکتا ،سی طرح اگر امامت وخلافت کا منصب بھی کسی دوسرے کے سپرد کرنے کے قابل نہیں ہے توحضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امامت وخلافت کا منصب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیسے کردیا؟(ص ۱۶۲)

اس کتاب میں مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگانی کے روشن پہلو ذکر کیے ہیں، ان کی حکومت اور طرز حکمرانی پر بہت ہی عمدہ

مواد پیش کیا ہے،اسی طرح آخرمیں دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تاریکیوں میں چھوڑے جانے والے تیروں اورنشتروں کوگرفت میں لیتے ہوئے مدلل اورمسکت جوابات دیے ہیں،جن سے یہودی نسل کے تمام اشکالات نہ صرف ختم ہو جانے چاہییں بلکہ ان کی زبانیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جانی چاہییں۔

مولانافاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدناامیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی کرنے والوں کی اقسام بیان کی ہیں، فرماتے ہیں کہ

"سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بدظنی اور نفرت کی فضاپیدا کرنے والے کئی طرح کے لوگ ہیں ① ایک تووہ ہیں جو اپنے کوشیعہ کہتے ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کی بدظنی بلکہ دشمنی جگ پر ظاہر ہے، ان کی تمام ترکوششیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی اور تنقیص شان میں ہی صرف ہوتی ہیں، ان کا سب سے زیادہ محبوب مشغلہ یہی ہے۔

② دوسرے وہ لوگ ہیں جو اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت رکھتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اوران کی اولاد کی محبت کادم بھرتے ہیں لیکن وہ سمجھتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص اوران کی عیب جوئی کیے بغیر اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہو سکتی۔

③ تیسرے وہ لوگ ہیں جو صرف ظاہر روایات پر نظر کرنے کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن اور عیب جوئی کرتے ہیں،روایت کی تاویل اوراس کے صحیح مفہوم تک ان کی پہنچ نہیں ہوتی ،اس لیے وہ اپنی کم فہمی کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہیں۔

④ چوتھے وہ لوگ ہیں جو اپنے کو اہل سنت وجماعت کہتے اور دوسروں کو یہی باور کراتے ہیں لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص اور عیب چینی کرنے میں پوری

قوت لگائے ہوئے ہیں، یہ اسی زور کا فتنہ ہے اور گمراہی پھیلانے میں زیادہ خطرناک اور " گلے پہ رکھتے ہیں تلوار وہ گلے مل کر " کامصداق ہے۔(ص ۱۸۵)

مولانافاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان طاعنین کی یہ فہرست ہی بیان نہیں کی بلکہ ان کی طرف سے مختلف پیرائے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے جانے والے اعتراضات واشکالات کا تسلی بخش جائزہ لیا ہے اوران کے مدلل جوابات بھی دیے ہیں، جنہیں پڑھنے کے بعد ایک متشکک اور مذبذب شخص کے شکوک وشبہات رفو ہو جاتے ہیں۔

جب دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اہل سنت کی جانب سے مسکت ومدلل جوابات دے کر چاہ ندامت میں غرقاب کر دیا جاتا ہے تو وہاں سے دوبارہ برآمد ہونے کے بعد ان کی زبانوں پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پھر زبان طعن کھلتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو طلقاء میں سے تھے، اس پر مولانافاروقی فرماتے ہیں کہ " حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مہربان لوگ آپ پر ایک یہ بھی طعن کر کے خوش ہوتے ہیں کہ وہ طلقاء (آزاد کیے ہوئے لوگوں) میں سے ہیں، نیز آپ کے والد گرامی قدر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی طلقاء میں سے ہیں، اس طرح آپ کو "طلیق ابن طلیق" کہاجاتا ہے اوراس لفظ کو مذمت ، ہجو اور عیب کے معنیٰ میں لے کر صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حق میں استعمال کر کے ان کی شخصیات کو قابل نفرت وحقارت بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے اس لفظ کا پس منظر سمجھ لیجیے، فتح مکہ سنہ ۸ ہجری کے موقع پر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے پاس تشریف فرماہیں، مکہ کے سارے لوگ جن کو اپنی سرداری اور مالداری پر ناز تھا، آپ کے سامنے موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ "اے قریش کے لوگو! تمہارا کیاخیال ہے میں تمہارے ساتھ کیامعاملہ کروں گا؟ سب نے کہا کہ آپ بہتر معاملہ فرمائیں گے کیونکہ آپ شریف اور مہربان ہیں

اور شریف ومہربان کی اولاد ہیں، اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اِذْهَبُوا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ جاؤ تم کو معافی دی گئی اور تم آزاد ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج۳ص۳۰۱)

یہاں پر پہلی بات یہ قابل توجہ ہے کہ اس موقع پر حضور ﷺ کے سامنے قریش مکہ کے مختلف قبیلے موجود ہیں، ان تمام حاضرین سے آپ ﷺ نے خطاب فرمایا ہے، کوئی مخصوص قبیلہ، مخصوص افراد آپ کے مخاطب نہیں ہیں، بلکہ بنی تیم، بنی عدی، بنی مخزوم، بنی خزیمہ، بنی اسد، بنی نوفل، بنی زہرہ، بنی ہاشم اور بنی عبد شمس (بنی امیہ) وغیرہ یہ سب قبائل آپ کے مخاطب تھے، حضوراکرم ﷺ نے اپنے خطبہ میں متعدد بار "یامعشر قریش" (اے قریش کے لوگو!) کا جملہ استعمال فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص قبیلہ یا کسی مخصوص فرد کو آپ خطاب نہیں فرمارہے تھے، اس لیے بنوامیہ کے چند مخصوص افراد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ہی طلقاء طلقاء کہہ کر عوام میں ان کے خلاف نفرت پھیلانا اور بدظنی کی فضا قائم کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"دوسری بات یہ کہ "طلقاء" کا کلمہ تو صرف معافی اور احسان کے اظہار کے لیے ہے، علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثُمَّ مَنَّ عَلَى قُرَيشٍ بَعدَاَن مَّلَّكَهُم يَومَئِذٍ وَقَالَ اِذْهَبُوا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ وَاَسلِمُوا (تاریخ ابن خلدون ج۳ص۵)
(اس دن قریش پر قابو پانے کے بعد احسان فرمایا اور کہا کہ جاؤ تم آزاد ہو اور اسلام قبول کرلو)

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مذمت، حقارت، عیب اور برائی کے معنیٰ کہاں سے پیدا کیے جارہے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس لفظ کو حقارت اور طعن و عیب کے معنیٰ میں کسی نے استعمال نہیں کیا، نہ اس کی وجہ سے ان کے آپس میں کوئی نفرت و حقارت پائی جاتی تھی۔

مزید یہ کہ انہیں "طلقاء" کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدے اور منصب عطا کیے، معترضین وحاسدین کے خیال کے مطابق اگر یہ اتنے ہی حقیر اور عیب دار لوگ تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسے اعزازات سے کیوں نوازا؟ چنانچہ انہیں طلقاء میں چند حضرات کے عہدے ملاحظہ ہوں ① حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا حاکم اور والی بنایا۔(منہاج السنہ ج۲ص ۲۰۲) ② حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو نجران کے علاقہ پر عامل اور حاکم بنایا، قبیلہ ثقیف میں لات نام کے بت کو گرانے پر مامور فرمایا۔(نسب قریش ص ۱۱۲) ③ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو علاقہ تیماء کا امیر بنایا۔ (الاصابہ ج۳ص ۶۱۹)(۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتابت وحی وغیرہ کے منصب پر متعین فرمایا۔ (سیرت حلبیہ ج۳ص ۳۶۴)

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"اسی طرح حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ان طلقاء حضرات کو بڑے بڑے منصب دیے گئے اور انہوں نے اسلام کی بڑی شاندار خدمات انجام دیں، غرضیکہ زمانہ نبوت اور خیر القرون میں یہ حضرات ذلت و حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گئے بلکہ مسلمانوں کی نظر میں یہ سب باعزت اور صاحب وقار حضرات تھے بنوامیہ اور غیر بنوامیہ میں کوئی فرق اس مبارک دور میں نہیں تھا، پھر نہ معلوم کس علت کی وجہ سے اموی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں قابل نفرت تھے"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دور کے اکابرین اور اسلاف اپنے اپنے طور پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا سر کچلتے رہے، اپنا اپنا حصہ

کماحقہ سب ہی اس کار خیر میں شامل کرتے رہے، مگر اس میں بھی کوئی جھجک نہیں کہ لکھنوی خاندان نے سب سے نمایاں حصہ شامل کیا، اس میدان میں کام کرنے والے بچے بچے کو ان کی خدمات عالیہ کا نہ صرف اعتراف ہے بلکہ ان لوگوں کا نام آتے ہی سب نظریاتی کارکنوں کے سر اَدَب سے خم ہو جاتے ہیں۔

مسموم کتاب پر جلالِ ایمانی

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی غیرت ایمانی، حمیت دینی یوں تو ہمہ وقت سمندر کی طرف ٹھاٹھیں مارتی رہتی تھی، مگر جب ان کے سامنے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص اور توہین کا پہلو سامنے آتا تو صرف یا وہ گو کو لَعنَۃُ اللہِ عَلَی شَرِّکُم ہی نہیں بلکہ اس شنیع حرکت پر آگ بگولہ ہو جایا کرتے تھے۔

ایک بار ایک موذی نے آپ کو ایک کتاب لا کر دی، جس کے بارے میں اس نے ان سے کہا کہ اس پر کچھ لکھ دیجیے، مولانا نے اسے کہا کہ رکھ دیجیے، شام کو دیکھوں گا، جب آپ اپنے مشاغل یومیہ سے فارغ ہوئے تو اس کتاب پر نگاہ پڑی، تو اس وقت آپ سیخ پا ہو گئے جب آپ کی نگاہ اس کتاب کی ان مسموم سطروں پر پڑی جن میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین کی گئی تھی، آپ نے اس کتاب کو اٹھا کر پٹخ دیا۔

اگلے روز وہ بندہ آیا تو اسے کہا کہ یہ کتاب لے جایئے، اس نے کہا کچھ لکھا؟ آپ نے کہا کہ نہیں، بس آپ یہ کتاب اٹھا کر لے جایئے، اس نے کہا کیوں کچھ لکھا؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں لکھا، پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس کی مسمومیت کی طرف توجہ دلائی تو وہ آگے سے کہنے لگا کہ یہ تاریخی حقائق ہیں، اس پر مولانا نے جلال میں اسے کھری کھری اور بے نکت سنائیں، اس شخص کے ماں اور باپ کے بارے میں بات کی تو وہ شخص غصے میں لال پیلا ہو گیا اور مولانا سے کہنے لگا کہ آپ نے غلط بات

کی ہے، مولانا نے اسے جواب دیا کہ جب تمہاری ماں کی بات آئی تو تمہیں غصہ آگیا ہے، تم نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں انگلی اٹھائی تو تمہارا بھیجا نہیں خراب ہوا اور اپنی ماں کی بات آئی تو تم سیخ پا ہو گئے ہو۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بارے بے ہودہ سوال پر جلال

ایک بچے نے مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ امیر معاویہ منافق تھے؟ کیا وہ صحابی تھے؟ اس پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب دیا کہ تم لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو زیادہ جانتے ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ زیادہ جانتے تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان سے لڑائی ہوئی تھی وہ زیادہ جانتے تھے یا آپ زیادہ جانتے ہیں؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ انہیں زیادہ جانتے تھے یا آپ؟ حسن رضی اللہ عنہ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم انہیں زیادہ جانتے تھے یا آپ زیادہ جانتے ہیں؟ یاد رکھیے! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت انہیں ساری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں صحابی مانا ہے، بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، خبر دار! کہیں فرمایا کہ وہ مجتہد ہیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر کے اتحاد امت کا پیغام دیا، کیا تم لوگ یونہی ان کے خلاف ہوا میں فائر کرتے رہو گے۔

امیر معاویہ کا دفاع کرتے ہوئے جلسہ شہدائے اسلام میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ علمائے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک ڈھال ہیں، اگر اس ڈھال کو ختم کر دو گے اور ان کی طرف انگلی اٹھاؤ گے تو کوئی صحابی بچے گا نہیں۔

لکھنؤ کے مدرسہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان میں تذکرہ اصحاب رضی اللہ عنہم کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں لوگ کسی صحابی کا نام لیتے ہوئے بدکتے ہوں وہاں اور اس مجلس میں اس صحابی کا تذکرہ کرنا واجب ہے، ضروری ہے، قرآن کریم کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے واضح مناسبت ہے، آپ دیکھیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے

کچھ نہیں لکھ سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو امی بنایا تھا، آپ کی ذات گرامی پر پوری دنیا کے کتب خانے قربان ہو جائیں، لیکن ایک حرف آپ ﷺ نے اپنے قلم سے نہیں لکھا، صلح حدیبیہ کے معاہدے میں من محمد الرسول اللہ لکھا ہوا تھا، تو اہل مکہ کا سفیر کہنے لگا کہ اگر ہم آپ کو محمد رسول اللہ مانتے تو ہم آپ سے جھگڑا ہی کیوں کرتے؟ لہذا اسے کاٹ دو، یہ الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے نہیں کاٹا جائے گا، علماء نے لکھا کہ آپ ﷺ نے مِن مُحَمَّدِ بنِ عَبدِاللہِ اپنے مبارک ہاتھ سے لکھا، علماء لکھتے ہیں کہ اس وقت بظاہر جبریل نے آپ ﷺ کا ہاتھ چلایا۔

نبی کریم ﷺ پر جب قرآن کریم نازل ہوتا تو آپ ﷺ جلدی جلدی پڑھتے، اللہ نے فرمایا کہ جلدی نہ کیجے، اسے ہم نے نازل کیا اس کی حفاظت بھی ہماری ذمہ داری ہے، آپ ﷺ کے کتّاب (کاتبین وحی) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں، حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، پھر بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل ہوئے، جو آپ ﷺ پر آنے والی وحی یا آپ ﷺ کے فرامین کاغذ پر یا جس چیز پر آپ ﷺ حکم فرماتے تھے لکھ لیا کرتے تھے، لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں نبی ﷺ نے مامور فرمایا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا جاتا اور آپ رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔

قرآن کریم میں فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَرْفُوعَةٍ مُطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ (سورۃ عبس) یہ آیت کاتبین وحی کے لیے نازل ہوئی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآنی آیت ہے کہ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ باطل اس کے آگے سے بھی نہیں آسکتا، اس کے پیچھے سے بھی نہیں آسکتا، امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات

کی تشریح فرمائی کہ پیچھے کا واسطہ جبریل ہیں اور آگے کا واسطہ کاتبان وحی ہیں، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وحی لکھا کرتے تھے۔

ایک شخص نے کہہ دیا کہ حضرت امیر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نجی خطوط لکھا کرتے تھے، کوئی کہتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاروبار و تجارت کا حساب لکھا کرتے تھے، یہ سب باتیں غلط ہیں، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مامور کیا ہوا تھا۔

نیم رافضی سلمان ندوی کا تعاقب

انسانی قلب و دماغ اس وقت گھوم جاتا ہے جب وہ راہ اعتدال سے ہٹی ہوئی گفتگو کسی ایسے شخص سے سنتا ہے جس کی نسبت دارالعلوم دیوبند کی طرف ہو، جس کی نسبت ندوۃ العلماء کی طرف ہو، کیونکہ یہ دو ادارے ہماری نگاہوں میں ایسے ہیں جنہوں نے ہمیشہ سے اہل سنت والجماعت کے مسلک اعتدال کی ترجمانی کی ہے، ان کا ماضی اور حال ہم سب کے سامنے ہے اور مستقبل اللہ کے ہاتھ میں ہے، ندوۃ العلماء کے فضلاء کی کتابیں اور ان کی تقاریر و بیانات ہمیشہ سے معتدل اور مسلک اہل سنت کے عین مطابق رہے ہیں، مگر کچھ عرصہ سے ندوہ کی عظیم و رفیع نسبتوں کو داغدار کرنے کے لیے ایک شخص میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں رافضیت عام کرنے کی جسارت کر رہا ہے، وہ اپنی نسبت ندوۃ العلماء کی طرف کرتا ہے اور ندوۃ العلماء اور اہل سنت کے مؤقف سے ہٹ کر روافض کے نظریات کو عام کر رہا ہے، دوران گفتگو وہ شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو ان کے شایان شان بالکل نہیں ہیں، اہل سنت اکابرین نے کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے گستاخانہ کلمات استعمال نہیں کیے، جو یہ شخص کر رہا ہے۔

مولاناعبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے کانوں کی دہلیز سے جب ایک نیم رافضی مولوی کی اسلام دشمنی پر مبنی باتیں ٹکرائیں تو آپ سخت جلال میں آئے اور اس کی شکایت دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مدیر مولانا رابع ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کرنے لگے تو انہیں پتہ چلا کہ ان کی طبیعت ناساز ہے، اس لیے ان سے شکایت کا موقع نہیں ملا، بالآخر غیرت اسلامی اور حمیت دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے اس نیم رافضی مولوی کے غلط عقائد اور خیالات کا پردہ چاک کیا، اس میں اس سازش کو بھی بے نقاب کیا جس میں کہا گیا تھا کہ ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند کے مابین کوئی حاسدانہ تنازع ہے، مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا کہ ہمارا تعلق مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، میں تیس سال سے دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کا رکن ہوں، جمعیت علماء ہند کے ساتھ پینتیس سال سے موجود ہوں، ان دونوں اداروں کے درمیان کسی قسم کا کوئی تنازع نہیں ہے۔

نیم رافضی مولوی نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو اتفاق عامہ حاصل نہیں تھا، اس پر مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے برملا کہا کہ

”یہ جھوٹ ہے اور افترا ہے، یہ شیعوں کا لگایا ہوا بہتا ہے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلافت عامہ، بیعت عامہ حاصل ہوئی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے، المرتضیٰ مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ دیکھ لیجیے، لیکن ”المرتضیٰ“ تو آپ تب دیکھیں کہ آپ کو بڑوں پر بھروسہ ہو، مگر شاید کہ آپ کو اب اپنے پر بھی بھروسہ نہیں ہے، اسی لیے آپ کی باتوں میں تضاد پایا جاتا ہے، ایک بات آج کہتے ہیں تو دوسرے دن دوسری بات کہتے ہیں، آج آپ آم کہہ رہے ہیں تو کل آپ املی کہہ رہے ہیں، ”المرتضیٰ“ اٹھا کر دیکھ لیجیے، مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا، جنہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کا امام ابو بکر رضی اللہ عنہ

کو بنایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ایسا ہے جیسا دن کا سورج، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت خلافتِ عامہ ہے، اسے کوئی آدمی مٹا نہیں سکتا۔

نیم رافضی مولوی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں گل افشانیاں کرتے ہوئے فرمایا کہ ان پر دباؤ تھا، اس پر مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

"اگر یہ بات ہم آپ کے متعلق کہیں کہ آپ پر کسی کا دباؤ ہے تو آپ کو کیسے لگے گا، آپ تو آپ ہیں آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسے ایسے مبلغ ہیں جن کا رنگ بدلا ہوا ہے، آج کل وہ وہی باتیں کہہ رہے ہیں جو آپ کہہ رہے ہیں"۔

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"وہ بدعتی اور رضاخانی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دے رہے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایران نے ان کے لیے دروازہ کھولا ہے"۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاط کرتے ہوئے اس نیم رافضی مولوی سے کہا کہ

"ہم آپ یا کسی اور کا نام لے کر یہ بات نہیں کہتے، اگر آپ کے لیے ایران کا دروازہ کھلا ہے تو آپ خود غور کیجیے"۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ

"آپ نے ایک اور نئی اصطلاح متعارف کروائی ہے کہ ایک شخص جو تھوڑی دیر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہو وہ کیسے صحابی ہو گا، یہ بات آپ ہمیں بھی بتا دیتے ناں! تو صحابی کے لیے کتنا وقت ہونا چاہیے یہ تو آپ نے نہیں بتایا، کتنے وقت تک وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تو وہ صحابی بنے گا؟"

یہ سارے محدثین جو گزرے ہیں، یہ سارے اصولیین جو گزرے ہیں، یہ اسماء الرجال کے بڑے بڑے حضرات جو گزرے ہیں، یہ بڑے بڑے مفسر جو گزرے ہیں یہ سب آپ کے سامنے خاک تھے؟ آپ نے ان میں سے کسی کو منہ لگانے کے

لائق نہیں سمجھا، آپ نے نہیں پڑھا کہ مَن لَقِيَ النَّبِيَ ﷺ جو حضور ﷺ سے ملاقات کرلے، آپ توماشاء اللہ بہت بڑے ادیب ہیں، آپ جانتے ہیں کہ ملاقات اورزیارت میں فرق ہے، بالقصد ہوتو زیارت اور ویسے ہی ہو جائے تو اسے ملاقات کہتے ہیں، آپ بتایئے کہ مَن لَقِيَ النَّبِيَ ﷺ کا کیامطلب ہے؟ایمان کے ساتھ اورمَاتَ عَلَيہِ اسی پراس کاانتقال بھی ہوا ہو، ہم تو کہتے ہیں کہ کسی نے ایک لحظہ کے لیے بھی حضور ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کرلی وہ صحابی ہو گیا، پوری دنیاکوتول دیاجائے تو اس کے مقابلے میں نہیں ہو سکتی"۔

مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے نیم رافضی مولوی کی ایک ایک بات پر گرفت فرمائی اور گرفت فرمانے کا حق اداکر دیا، آپؒ نے اپنے اسلاف صالحین کی یاد تازہ کر دی، مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے نیم رافضی مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"آپ نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر دباؤ تھا، آپ نے جو کچھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا ہے ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مرنے سے پہلے آپ کو معاف فرمائے، آپ کی موت سے پہلے اللہ آپ کے جرم کو معاف فرمادے، اتنابڑا جرم؟ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی آگے بڑھ گئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ اے معاویہ !جو تمہارارب ہے وہ ہمارارب ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے کہ اے معاویہ !ہم تم سے ایمان میں زیادہ نہیں ہو سکتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ بھی جنت میں جائیں گے اور معاویہ رضی اللہ عنہ والے بھی جنت میں جائیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں قَتلَانَاوَقَتلیٰ مُعَاوِيَةَ فِي الجَنَّةِ میرے مقتول اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتول دونوں جنت میں جائیں گے۔

کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ دنیامیں تو آپ رضی اللہ عنہ کی لڑائی رہی ہے

توحضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمارے دلوں سے کدورت نکال دی جائے گی اور ہم بھائی بھائی بن کر جنت میں جائیں گے، لیکن آپ نے ابھی سے انہیں جہنمی کہنا شروع کر دیا، ابھی سے آپ نے انہیں کافر کہنا شروع کر دیا۔

اللہ آپ کے ساتھ دنیا میں بھی اچھا معاملہ فرمائے اوراللہ آپ کے ساتھ آخرت میں بھی اچھامعاملہ فرمائے، آپ کو کم ازکم مشورہ کرلیناچاہیے، آپ حضرت مولا نارابع ندوی صاحب سے مشورہ کر لیتے، یاآپ اپنے استاذ جنھوں نے آپ کو قلم پکڑنا سکھایاہے،حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ان سے مشورہ کر لیتے،وہ جس طرح آپ کومشورہ دیتے آپ اس پر عمل کرتے؟ یاپھر آپ نے سب کو مسترد کر دیاہے؟ سب کو آپ نے نظر انداز کر دیا؟ آپ نے کسی کی پروانہیں کی۔

جب آپ کو پتہ چلا کہ گاڑی اب کھسک رہی ہے توآپ نے فوراًسے ندوی اور دیوبندی کامسئلہ کھڑا کر دیا،میرے سامنے قرآن کریم رکھاہوا ہے،میرے سامنے احادیث کی کتابیں رکھی ہوئی ہیں، میں قسم کھاکر کہہ سکتاہوں کہ جب سے یہ قضیہ چلاہے آج تک دارالعلوم کے کسی ذمہ دار سے میری بات نہیں ہوئی ہے۔

میں دیوبند کاپڑھاہوا ہوں، میں مظاہر علوم کاپڑھاہوا ہوں،میں وہاں سے فارغ ہوں،وہاں کے حضرات سے میرا تعلق تھااوران شاءاللہ رہے گا، جن بزرگوں کی جوتیوں کے صدقے آپ کوبولنا آیا، آپ کولکھنا آیا،مولانارابع ندوی صاحب مولانا سعید الرحمٰن صاحب ان سے تومشورہ کرلیتے، آپ ہر ایک سے الگ ہیں؟ تو پھر کیسے آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جڑے ہوئے ہیں؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کاتو یہ حال نہیں تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کاتو یہ حال نہیں تھا۔

پھر آپ یہ فرمارہے ہیں کہ لَاتَسُبُّوا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابی کو گالی نہ دو،اچھا؟ آپ کہتے ہیں کہ صحابہ میں اچھے برے ہر طرح کے لوگ تھے،اچھا؟

تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا؟أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ،أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ، قرآن میں کیوں ہے وَ كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ؟اس سے کون مراد ہیں؟ آپ کیا کہہ رہے کہ لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِي کا مطلب یہ نہیں کہ صحابہ کو گالی نہ دو، یہاں اصحابی جمع کیوں کہا جارہا ہے اگر یہ کسی ایک کا مسئلہ تھا تو؟ یادرکھیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بے ادبی کرنا تو بڑی بات ہے سوءِ ظنی کا شکار ہونا بھی لعنت الٰہی کا مستحق بننا ہے۔

قرآن کریم میں مہاجرین کا تذکرہ کیا گیا، انصار کا تذکرہ کیا گیا، ان کے بعد آنے والے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا، بعد میں آنے والوں کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ ان کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا خیال ہے، اگر یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہتے ہیں کہ اے اللہ !ہمارے جو بھائی ہم سے پہلے چلے گئے ان کے بارے میں ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ پیدا نہ فرما، ان کے بارے میں کوئی تنگی پیدا نہ فرما، پتہ چلا کہ ان کے بارے میں تنگی کا پیدا ہونا کافر بن جانا ہے، چاہے تو ندوے کا دامن پکڑو چاہے دیوبند کا دامن پکڑو، یادرکھو! ہرگز علمائے ندوہ کا یہ مذہب نہیں ہے۔

ندوۃ العلماء کے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا آج کے مولانا رابع ندوی دارالعلوم دیوبند کے علماء ہوں یہ سب لوگ معتقد ہیں امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے، میں دیوبند کی شوریٰ کا ممبر ہوں اور ندوہ کی شوریٰ کا بھی ممبر ہوں، آپ جانتے ہیں کہ ان دونوں اداروں کا یہ بالکل ذہن نہیں ہے، اگر کہیں مسئلہ پیدا ہوا تو راسخین فی العلم علماء ندوہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں جو کرنا چاہیے تھا انہوں نے وہ کیا۔

آپ مولانا رابع ندوی کی مجلس میں جایئے، ان کے سامنے توبہ کیجیے، میں آپ کے ساتھ ہمدردی والا معاملہ کر رہا ہوں، رہا یہ مسئلہ کہ علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں، اس چکر میں نہ رہیے، ہمارے لیے علی رضی اللہ عنہ بھی افضل ہیں اور

ہمارے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ بھی افضل ہیں، یادر کھیے! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں، ان کے مقابلے کا کوئی صحابی نہیں ہے، چاہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہوں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہوں، کیونکہ جو ترتیب فضیلت ہے وہی ترتیب خلافت بھی ہے، چار تو عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں یہ لوگ ہیں، ان کے علاوہ عشرہ مبشرہ میں سے کوئی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہے۔

جس بیان ووعظ میں آپ اس نیم رافضی مولوی کو سمجھا رہے تھے وہاں کہیں آپ نرم انداز میں اور کہیں گرم انداز میں گفتگو فرمارہے تھے، آپ کے لب ولہجہ سے دکھ، تکلیف اور کرب عیاں تھا، آپ نے موصوف نیم رافضی کو دعوت دی کہ وہ اپنے اساتذہ پر اعتماد کریں، آپ بد اعتمادی کا شکار نہ ہوں۔

جب اسی نیم رافضی مولوی نے ٹسوئے بہاتے ہوئے اشاروں اور کنایوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، ان کی شان اقدس میں گستاخانہ کلمات کہے، وہ سر پر کالی انگریزی ٹوپی سجائے لکھنؤ میں محو سخن تھا، اس کا جواب مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

”جس زمانے میں جنگ جمل اور جنگ صفین برپا ہوئیں، اس زمانے میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک لفظ گستاخی کا نہیں بولا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لفظ گستاخی کا نہیں بولا، کیا تم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ گئے ہو؟“

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلک اہل سنت والجماعت سے ہٹ کر کسی قسم کی گفتگو کرنے والے بندے کا تعاقب کرتے تھے، وہ اِحقاقِ حق اور اِبطال باطل کے معاملے میں کبھی زہرِ ہلال کو قند کہنے والے نہیں تھے، اس سلسلہ میں اپنوں اور بے گانوں کی پروا نہیں کرتے تھے، حق بات ڈنکے کی چوٹ کہہ دیتے تھے۔

ناموس رسالت کی حفاظت

امام اہل سنت کے جانشین مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشن ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کا تحفظ تھا، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی بھی محاذ پر کہیں بھی عقبی دیوار کے ساتھ کھڑے نہیں دیے گئے، وہ اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اسلام کے لیے ہمیشہ صفِ اوّل میں دکھائی دیے گئے، ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کا دفاع انہوں نے صرف اس لیے اپنے مشن کا حصہ نہیں بنایا ہوا تھا کہ ان کے پدر بزرگوار کی عمر مستعار اس دشت کی سیاحی میں گزری تھی، بلکہ ان کے ایمان وعقیدہ میں یہ بات شامل تھی کہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت تبھی ہو سکتی ہے جب ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کی حفاظت کی جائے، ان کی فکر وسوچ میں ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے بدون ناموس رسالت کا تحفظ ہو ہی نہیں سکتا، اس کے ساتھ وہ دُور بین نگاہوں سے توجہات مرکوز کیے ہوئے تھے کہ کہیں کسی کونے گوشے میں ایسے حملہ آور تو نہیں گھس بیٹھے جو براہ رسالت آفتاب رسالت پر بھونکنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں، یوں وہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے بھی پہریداری کرتے دکھائی دیے۔

مرکز تحفظ اسلام بنگلور کی درخواست پر آپ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ

”ہر زمانے میں اللہ کی طرف سے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے، یہ لوگ اللہ پاک کا کام کرکے دنیا سے رخصت ہوئے، سب سے آخر میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ، ارفع اور سب سے آخری پیغمبر بنا کر بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک زندگی میں کام کرتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر اور رسول نہیں آئے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی اور آخری رسول ہیں اس لیے جو احکامات

آپ ﷺ قرآن کی شکل میں لائے اوراپنے فرامین کی شکل میں لائے یہی جاری رہیں گے، مسلمانوں کا یہ ایمان اوراعتقاد ہے کہ اللہ کے بعد آپ ﷺ سب سے بڑے ہیں، آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے، آپ ﷺ کی بے توقیری پر ہر مسلمان کا کلیجہ کانپ جاتاہے،وہ بالکل بے تاب اور بے خود ہو جاتا ہے، ہمیں چودہ سوسال کے بعد یہ محبت نصیب ہوئی ہے،دوراول میں جن لوگوں کے سامنے قرآن اترا، جن لوگوں کی براہ راست نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی،یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ کیابرتاؤ کیا، ان کے لیے سب سے خوشی کی بات یہ تھی کہ حضور ﷺ کی بات مانی جائے، حضور ﷺ کی عزت کی جائے، حضور ﷺ کا احترام کیاجائے،ان کے لیے سب سے دکھ دہ بات یہ تھی کہ ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جاتی جوان کے لیے نامناسب ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو کسی قیمت پر برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھے،اس کام میں ان کی اولاد چلی جائے انہیں غم نہیں،ان کے گھر والے ختم ہوجائیں انہیں صدمہ نہیں،ان کاگھر چھوٹ جائے اس کا انہیں قلق نہیں،لیکن اگر حضور ﷺ کی شان میں کوئی حرف آنے کامعاملہ ہوتا تووہ پھر کسی چیز کوبرداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔

ابوجہل کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں جونازیبا باتیں ہوئی تھیں،ان کی اطلاع عرب میں موجود مسلمانوں کوہوئی ،ان کے کانوں میں پڑی تھیں،وہ سب لوگ میدان بدر میں موجود تھے،دوبچے جن کی عمریں بیس سال سے بھی کم تھیں،انتہائی رازداری کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آئے،وہ اتنے قد کے نہیں تھے کہ وہ آپ کے کان تک پہنچ پاتے،انہوں نے کہا کہ

چچا! ذرا کان نیچے کیجیے، آپ کے کان میں کوئی بات کہنا چاہتا ہوں، انہوں نے پوچھا تھا کہ ابو جہل کے بارے میں بتایئے کہ وہ کون ہے اور کدھر ہے؟ انہوں نے پوچھا کہ تمہارا کیا کام ہے؟ یہ سن کر ان کا چہرہ لال ہو گیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ ہمارے آقا ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، انہوں نے کہا کہ بھتیجو! رکو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، اس کا انہوں نے موقع ہی نہیں دیا، اسی وقت ایک دوسرا لڑکا آیا اور اس نے کان میں رازداری کے ساتھ پوچھا، اس نے پوچھا کہ ابو جہل کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ دیکھو سامنے نظر آرہا ہے، وہ جو کلغی پہنے ہوئے ہے، وہ جو سفید گھوڑے پر بیٹھا ہوا ہے، یہ سننا تھا کہ وہ دونوں تیر سے زیادہ تیزی کے ساتھ جھپٹے، پھر انہوں نے اپنا فریضہ انجام دیا۔

یہ بچے جو کچھ نہیں جانتے تھے، مگر یہ حضور ﷺ کی محبت اور عقیدت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہیں، حضور ﷺ جو دین لے کر آئے اس دین کی حفاظت میں وہ اپنی جان دینا اپنی آرزو سمجھتے تھے، قرآنی آیت ہے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو اپنی جانوں کی قربانی دے چکے اور کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس انتظار میں ہیں ہم نے اپنی جان دینا ہے۔

آج مسلمان سب کچھ گوارا کر سکتا ہے، مگر نبی کریم ﷺ کے بارے میں کوئی غلط تصور تک اس کے دل میں نہیں آتا، ایک شرابی سے نشے میں دھت ہونے کی حالت میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں پوچھا گیا کہ شاید یہ کوئی نازیبا کلمات کہے گا مگر اس نے اس حالت میں بھی نبی کریم ﷺ کے بارے میں کوئی غلط بات زبان سے نکالنا گوارا نہیں کیا، آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں، دنیا کے بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی عظمت کا اعتراف کیا، آپ ﷺ کی عظمت کو مانا ہے، ۱۹۳۶ء میں ہندوستان سے "ہریجن" اخبار نکلا کرتا تھا، اس میں گاندھی جی نے

اپنے پیروکاروں کو پیام دیا تھا کہ تم دنیا میں حکومت کروگے تو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا، کیوں؟ کہ تمہاری حکومت میں انصاف ہونا چاہیے، ان کے ہاں انصاف تھا، یہ کون کہہ رہا ہے؟ یہ مسلمان نہیں ہے، یہ غیر مسلم ہے۔

اسی طرح بڑے بڑے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف کیا، ایک انگریز مؤرخ کہتا ہے کہ دنیا میں جس قدر کتابیں ہیں خواہ وہ نازل ہوئی ہوں یا خود سے بنائی گئی ہوں، قرآن سے زیادہ معتبر کوئی کتاب نہیں، جس کا ایک ایک حرف آج بھی ویسا ہی ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اترا تھا۔

دیکھیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق یہ انسانیت ہے، ہر آدمی آدمی ہے چاہے ہندو ہو یا مسلمان، آدمی اسی کو کہتے ہیں جو آدم کی اولاد ہو، لہذا ہندوستان میں رہنے والے جو ہمارے غیر مسلم بھائی ہیں، یا دیگر مذاہب کے ماننے والے ہیں، سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے ہیں اور کرنا چاہیے۔

لیکن آج افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں کچھ ایسے دریدہ دہن لوگ موجود ہیں، جو خاص طور پر نشانہ بنارہے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو پنپنے والی بات ہو، یہ چیز انسان کو برباد کر کے ڈال دے گی، پورے ملک میں ہماری شبیہ کو خراب کیا جارہا ہے، ان لوگوں کی طرف سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تنقید اور اپنی باتوں میں توہین کا نشانہ بنارہے ہیں۔

سارے مذاہب یہاں موجود ہیں، اب سے نہیں بلکہ سینکڑوں سال سے ہیں، ہر مذہب کا احترام ہونا چاہیے، لیکن توہین رسالت و تنقید رسالت کے رویہ کو باقی رکھا جائے گا تو یہ ملک برباد ہو جائے گا، ملک خراب ہو جائے گا، آئندہ آنے والی نسلوں کی بربادی کی علامت ثابت ہو گا۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے کرام

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان علمی و دعوتی نہ صرف ہندوستان کے گوشے گوشے میں جاری رہا بلکہ دیار غیر میں بھی آپ کی خطابت اور پیغام رسانی کا سلسلہ اسی آب و تاب سے چلتا رہا، بولٹن کی جامع مسجد میں علمائے کرام کے ساتھ اس انداز میں گفتگو فرمائی کہ آدمی عش عش کر اٹھتا ہے، تصنع اور تکلف سے بے نیاز ہو کر علمائے کرام کے مقام و مرتبے کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے صاف صاف باتیں کیں، جو از دل می خیز د بر دل می ریزد کا مصداق تھیں۔ فرمایا کہ

"اگر کوئی اچھی بات ہو گی تو اس پر شاباشی ملے گی، اور اگر کوئی غلط بات ہو گی تو اس پر اصلاح کی جائے گی، آپ نے علمائے کرام کے اجتماع میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تصنع، تکلف، ریاکاری، نام و نمود سے محفوظ فرمائے، حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر میں سے تھے، ہمارے دادا کے دوستوں میں سے تھے، مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کے کفر پر مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلے تائید بنگلے والی مسجد سے مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی کی تھی، مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پورا اشتہار لکھا تھا جس پر بنگلے والی مسجد کا پتہ لکھا تھا، اس اشتہار پر مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دستخط تھے، وہ اشتہار آج بھی موجود ہے مولانا راشد الحسن کاندھلوی کے پاس، مولانا الیاس صاحب نے بڑی پیاری بات فرمائی ہے میں وہ آپ کو سناتا ہوں، مولانا نے فرمایا "کرتے جاؤ اور ڈرتے جاؤ" یہ جماعت کے ناخواندہ لوگ بے چارے کیا سمجھیں؟ یہ بہت ہی اونچا جملہ ہے، کرتے جاؤ اور ڈرتے جاؤ۔

لبوں پہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے علماء کرام سے فرمایا کہ مولاناؤں کا شیطان بھی مولانا ہوتا ہے، اس پر مجمع میں موجود علمائے کرام کھلکھلا کر ہنسے، جس کی دور

تلک آواز سنائی دی، مگر مولانا فاروقیؒ کے لبوں پر دیر تک مسکراہٹ ہی پھیلی رہی، شیطان ان سے چھوٹا کام نہیں کرواتا، یہ بڑے ہیں لہذا ان سے بڑا کام کروایا جائے، کم از کم ہم تقریر کریں تو ہم یہ سوچیں کہ ہاں ہم نے بڑی اچھی تقریر کی، ہم کتاب لکھ کر بہت بڑے مصنف ہو گئے، یہ ساری فالتو چیزیں ہیں جو ہمارے ذہن میں آتی ہیں، بڑے سے بڑا کام ہم کریں لیکن ہمیں خوف رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے تو ہم ان کی دنیا کی زندگانی پاکیزہ بنا دیتے ہیں، اور جو کوئی نیک کام کرے گا تو اسے اللہ کے ہاں سے اجر ملے گا" اس سے آگے کیا کہا کہ "جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرو تو شیطان مردود سے پناہ مانگا کرو" حج، نماز وغیرہ عبادات ہیں مگر وہاں اعوذ باللہ نہیں ہے، قرآن کریم کی تلاوت عبادت ہے مگر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا، کوئی آدمی قرآن کریم شروع کرے تو اعوذ باللہ کے بغیر نہ شروع کرے، امام حفص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سورۃ کی جز و مانتے ہیں، جب کہ امام ابو حنیفہؒ بسم اللہ کو سورۃ کا جز و نہیں مانتے، وہ سورۃ النمل والی بسم اللہ کو جز و قرآن مانتے ہیں، اس لیے جو بندہ سورۃ شروع کر رہا ہے تو وہ بسم اللہ ضرور پڑھے، میں نے حضرت مولانا عبد الحکیم لاجپوریؒ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک بسم اللہ پڑھنا چاہیے، آیت پڑھنے کے لیے اعوذ باللہ پڑھنا چاہیے، یہ کیوں فرمایا گیا؟ اس لیے کہ قرآن کریم سب سے بڑی عبادت ہے، سب سے بڑی عبادت ہے، اس سے بڑی کوئی عبادت نہیں ہے۔

علمائے کرام کی خدمت میں بڑے ہی درد دل کے ساتھ آپ نے ان کی ذمہ داریاں اور ان سے سبکدوش ہونے کا طریقہ بتایا، ان کے بیان سے یوں لگ رہا تھا کہ انہوں نے تاریخ کا سینہ چیر کر سارا علمی اور تحریکی مواد ان کے سامنے پیش کر دیا

ہے، انہیں ختم نبوت کے حوالے سے بات سمجھائی، ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے حوالے سے بات سمجھائی، انہیں شبانہ روز اپنی دینی مصروفیات کو خالص اللہ کے لیے بنانے کی ترغیب و تلقین فرمائی۔

جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین لکھنؤ پر جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم نکالنے کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے ۲۰۲۳ء میں علماء کرام اور عامۃ الناس کے ایک جم غفیر کے سامنے بیان کیا، آپ کے باقی بیانات کے مقابلے میں اس بیان کے دوران آپ کافی کمزور و نحیف دکھائی دے رہے ہیں، آپ کی آواز و آہنگ میں وہ بانکپن بھی دکھائی نہیں دے رہا، آپ انتہائی نرم لہجے میں جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت اجاگر کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔

آپ نے جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"یہ جلوس آج سے پچیس چھبیس سال پہلے نکلنا شروع ہوا تھا، فرمایا کہ ستائیس سال سے یہاں جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم نکل رہا ہے، آج قرآن کریم کی جو آیات یہاں پڑھی گئی ہیں پچیس چھبیس سال پہلے بھی یہی آیات تلاوت کی گئی تھیں، چونکہ یہ آیات خالص جلوس سے متعلق ہیں، اس لیے میں نے کہا کہ یہی آیات پڑھی جائیں گی، یہاں دکھاوا ہے ہی نہیں۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"میں چند باتیں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، ایک بات تو یہ ہے کہ یہ جلوس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، یاد رکھیے! ۱۲ ربیع الاول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہے، آپ کی ولادت کا دن صحیح روایات کے مطابق ۹ ربیع الاول ہے، دین اسلام میں دو عیدیں ہیں، ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ، اسلام میں باقی کوئی عید نہیں

ہے، ہم عید میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہیں منائیں گے کیونکہ وہ اسلام میں ہے ہی نہیں، ہم عید غدیر نہیں منائیں گے کیونکہ وہ اسلام میں ہے ہی نہیں، ہم عید زہراء نہیں منائیں گے کیونکہ وہ اسلام میں ہے ہی نہیں، یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ ہم مدح صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا جلوس اس لیے نکالیں گے کہ ہم صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی عظمتوں کا اعلان کریں گے، مدح صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا جلوس صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی تعریف کا اعلان کرنے کے لیے ہے، اگر کوئی آدمی ایسی ویسی بات کرتا ہے تو ہمارے پاس ایسے علماء کرام ہیں کہ ان کے پاؤں کی دھوون کے برابر بھی آج دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم میں نہیں ہے، ان میں شیخ الہند، مولانا مفتی کفایت اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ جنہوں نے ساری دنیا سے الگ ہو کر مدح صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم پر کام کیا، جو بہت بڑے فقیہ تھے، بہت بڑے مفسر تھے، جو بہت بڑے محدث تھے، انہوں نے اپنا سارا علم صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے اوپر لگایا، اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا اور آپ کا ایمان آج محفوظ ہے انہی کی کوششوں کی وجہ سے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شیعوں نے ۱۹۷۷ء میں اپنے عزاداری کے جلوسوں میں پانچ سات آدمی مارے تھے، جس کے بعد ان کے جلوس بند ہوگئے، اب وہ ہر سال بڑبڑاتے تھے کہ جلوس نکلے، لیکن نہیں نکل سکا، اس لیے کہ جس جلوس میں قتل وغارت گری ہو اس کے نکلنے کی حکومت اجازت نہیں دیتی۔

پھر انہوں نے آفت مچائی، آفت مچائی کہ مل کر بیٹھو، یہ ۱۹۹۸ء کا میں ذکر کر رہا ہوں، مولانا ابو الحسن علی ندوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اس بیٹھک میں موجود تھے، ہمارے لوگ بھی موجود تھے، شیعہ کے زعماء بھی موجود تھے، اس میں مجھے بات کرنے کا کہا گیا، ۱۹ دن اکیلے میں نے اس بیٹھک میں بات کی، کوئی نشست چار گھنٹے سے کم نہیں ہوتی تھی، کبھی رات کے دو دو بجے ہم گھر واپس آتے تھے، عشاء کی نماز کے بعد بیٹھے

اور رات کے دو بج گئے، یہ ۱۹ دن کا ریکارڈ سارا کمشنری میں موجود ہے، جب اس بیٹھک میں یہ بات طے پا گئی تو کہا گیا کہ اہل سنت کو بھی ایک جلوس دیا جائے اور اس کا کوئی سا بھی نام رکھ لیا جائے، ہم نے کہا کہ جلوس ہمارا ہے اور ہم ہی اس کا نام بھی رکھیں گے، چنانچہ ہم نے اس کا نام جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم رکھا۔

مدح صحابہ رضی اللہ عنہم جلوس کا نام اس وقت سے موجود ہے، پہلے بھی جلوس کے لیے لوگ لڑتے رہے، قتل وخون ہوا، جیلوں میں بند کیے گئے، مولانا عبد الشکور فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی وقت میں چھ مہینے جیل رہے، اسی چھ مہینے میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا تھا، یہ برکت ہے جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی، کہ اللہ نے بڑھاپے میں انہیں حافظ بنا دیا۔

دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم گالیاں دیتے ہیں، گالی دینا تو ان کی عادت ہے، دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کچھ کٹھ ملّاؤں کو خرید بھی لیا ہے، انہوں نے کیا کہا؟ ہم منافق کو صحابہ مانتے ہیں، سبحان اللہ کیا ہم تمہارے کہنے سے نیکو کاروں کو بد کردار کہہ دیں، یہ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ تمہارے کہنے سے ہم مسلمانوں کو مجرم کہہ دیں، یاد رکھیے! منافق یہ صحابی کی ضد ہے، نفاق خلوص کی ضد ہے۔

نبی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن منافقوں نے مسجد بنائی اور کہنے لگے کہ چل کر اس کا فتتاح کیجیے، یہ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہمارا ارادہ تو نیک ہی ہے، اِن اَرَدنَا اِلَّا الحُسنیٰ، ان منافقین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے آپ اس میں آکر کھڑے ہو جایئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرما دیا کہ آپ نے کبھی بھی یہاں نہیں کھڑا ہونا، یہ منافقین کی بنائی مسجد تھی جس میں کھڑے ہونے کی ممانعت کر دی، جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو مسجد بنائی اسے تقویٰ والی مسجد قرار دیا گیا، کہ وہ اوّل دن سے تقویٰ پر قائم ہوئی ہے، یہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے، کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منافق کہتے ہیں؟ جو منافقین کو صحابہ کہتے ہیں؟ ایسے لوگوں کا ایمان سلب ہو سکتا ہے اور یہ لوگ بے ایمان ہو کر اللہ سے ملاقات کریں گے۔

پندرہ منٹ کے اس خطاب میں آپ نے علماء کرام کے جم غفیر میں جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی شاندار اہمیت بیان فرمائی، اور آخر میں ماحول اس وقت جذباتی ہو گیا تھا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم پتہ نہیں کب تک اس دنیا میں رہیں گے، لیکن جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم ہمارے بعد بھی جاری رہے گا، اس پر تکبیر کی صداؤں سے لکھنؤ کے در و دیوار گونج اٹھے تھے، مجمع میں فلک شگاف نعرے بلند ہونے لگے، یوٹیوب پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تقریر فاروقی میڈیا سروس پر موجود ہے۔

محرم الحرام کے جلسوں کا مقصد

آج سے ایک صدی قبل امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین لکھنؤ پر نظریاتی جلسوں کی طرح ڈالی تھی، یہ جلسے ان کی زندگی میں تسلسل سے جاری رہے، ان کے سانحہ رحلت کے بعد ان کے دینی وارثوں نے بھی یہ جلسے تسلسل سے جاری رکھے، مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہیں نہ صرف دوام بخشا بلکہ انہیں پہلے کی نسبت زیادہ جاندار بھی بنایا، انہوں نے آج سے دس سال پہلے ۹ محرم الحرام کو ایک عظیم الشان جلسہ میں محرم کے جلسوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے واضح کیا تھا کہ

"یہ جلسے حجۃ الاسلام، امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے جاری ہیں، ان کا زمانہ ایک سو سال پر مشتمل ہے، ان جلسوں میں زمانہ کے تقاضوں کے مطابق تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، جیسا زمانہ ہوتا ہے ویسی ہی تبلیغ ہوتی

ہے، تعلیم اور تبلیغ کے لیے ان کا قیام عمل میں آیا، ایک صدی کے لگ بھگ ان جلسوں میں بڑے بڑے علماء کرام اور اکابرین پابندی کے ساتھ شریک ہوتے رہے ہیں، اگر ان اکابرین کے نام کا ذکر چھیڑ دوں تو وقت زیادہ لگ جائے گا"۔

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں

"ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ جناب! ہر سال صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہوتا ہے، ہر سال جس کو دیکھیے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتا ہے، جس کو دیکھیے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتا ہے، میرے سامنے جب یہ بات آئی تو میں نے کہا کہ کل بھی آپ نے پانی پیا تھا، آج بھی آپ پانی پی رہے ہیں، آپ کے باپ بھی پانی پیتے چلے آئے ہیں، آپ کے دادا بھی پانی پیتے چلے آئے ہیں، آپ کے پردادا بھی پانی پیتے چلے آئے ہیں، جہاں سے آپ کی نسل چلی ہے سب لوگ پانی پیتے چلے آئے ہیں، آپ کی اماں بھی وہی پانی پیتی ہیں، آپ کی دادی بھی وہی پانی پیتی ہیں، آپ کی نانی بھی وہی پانی پیتی ہیں، آپ کو یہ خیال نہیں ہو رہا کہ یہی تو وہ پانی ہے جو چالیس سال سے پی رہے ہیں، کیوں؟ اس سے جسم مضبوط ہو رہا ہے، پانی پینے سے، کھانا کھانے سے، گیہوں کھانے سے، ہوا کھانے سے، کوئی اعتراض نہیں۔

اور اگر بار بار صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام لیا جائے تو الجھن ہونے لگتی ہے، نکالو وہ خمیر اور وہ شہ تیر جو دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کے تمہارے دلوں میں بھرے ہوئے ہیں، پھر تمہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام اچھا لگے گا، اگر وہ جرثومہ اور وہ جراثیم رہیں گے تو یاد رکھو کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے تذکرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے دلچسپی نہیں ہو گی، اگر وہ جراثیم دور ہو جائیں گے تو مزہ آ جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَّنَا فَاَنَّ ذِکْرَہٗ هُوَ الْمِسْكُ مَا کَرَّرْتَهٗ یَتَضَوَّعُ

میرے سامنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرو کیونکہ وہ تو وہ مسک ہیں اسے جتنا گھسو گے اتنی ہی خوشبو آئے گی۔

اگر ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اوپر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرے کی بات کریں کہ ان کا بار بار تذکرہ کرو کیونکہ ان کا تذکرہ خوشبو سے بڑی کوئی چیز ہو تو وہ وہ تذکرہ ہے، آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکرے سے خوش ہوتے تھے، مسلمانو! فرصت کے لمحات میں جو دین گڑھا گیا ہے، جو روایات وضع کی گئی ہیں یہ وہ باتیں نہیں ہیں، یہ حقائق ہیں جو آج آپ کے سامنے رکھنا ہیں۔

یوں فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک نظریاتی محنت کرتے چلے جا رہے تھے، مسلمانوں کو اسلامی جلسوں کی اہمیت وافادیت بتا کر انہیں اس مشن کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے رہے، اغیار کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈوں کا تسلسل کے ساتھ توڑ کرتے اور ان کے اشکالات کے جوابات دیتے چلے جاتے تھے، انہوں نے اپنے لوگوں کو ہمیشہ جوڑ کر رکھا، ان کی باتوں سے نظریات کی وہ خوشبو مہکتی تھی کہ اسے ہر کوئی اپنی مشام جاں سے اٹھنے والی خوشبو خیال کرتا تھا۔

لکھنؤ میں مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے جلوسوں کی شان وشوکت بڑھانے کے لیے باقاعدہ پہلے اجلاس کیے جاتے، ان کی کامیابی کے لیے مشاورت کا عمل ہوتا، جلوسوں کی شان وشوکت بڑھانے کے لیے باقاعدہ منظم جدوجہد کی جاتی، ایک اخبار کا تراشا میرے سامنے ہے جس کے مطابق

"انجمن محمدیہ مولوی گنج تاریخی جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آگے چلے گی، یہ انتخاب مولانا عبد الشکور ہال احاطہ شوکت علی رکاب گنج میں مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحت جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم میں انجمن ہائے مدح صحابہ

رضی اللہ عنہم کی ترتیب کے لیے قرعہ اندازی میں ہوا، جب کہ امین الدولہ پارک میں جلوس کی روانگی سے قبل پرچم کشائی کے وقت پرچم مدح صحابہ رضی اللہ عنہم انجمن حبیب خدا قدیمی، بازار کھالہ پیش کرے گی اور پرچم کشائی قائد جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم مولانا عبد العلیم فاروقی کریں گے"۔

اس جلوس کے منظم ہونے کا اندازہ آپ اسی بات سے لگائیے کہ "اس موقع پر مولانا عبد العلیم فاروقی نے انجمن ہائے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمائندوں سے کہا کہ وہ اپنے پرچم، جھنڈے امین آباد پارک پہنچ کر کھولیں"

جیسا کہ میڈیا میں رپورٹ ہوا ہے کہ شرکائے جلوس کہاں جمع ہوں گے، کہاں اپنے اپنے پرچم کھولیں گے، کتنے بجے شرکاء جمع ہوں گے، باقاعدہ انتظامیہ کے ساتھ میٹنگ کے بعد جلوس کو منظم کیا جاتا تھا، اشعار کہاں پڑھنے ہیں اور کتنی دیر پڑھنے ہیں، جلوس کن کن گزرگاہوں سے گزرے گا۔

ایک اخبار کا تراشا ایسا بھی نگاہوں کے سامنے سے گزرا جس میں مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سر پر پیلا رومال رکھا ہوا ہے، صدری پہنی ہوئی ہے، دائیں ہاتھ میں سبز پرچم تھاما ہوا، جو اس بات کے لیے لہرا رہے تھے کہ اس جھنڈے کا سبز رنگ یہ بتا رہا ہے کہ جلوس کے شرکاء کو آگے جانے کی اجازت ہے، پھر باقاعدہ ہدایات جاری کی جاتی تھیں کہ جلوس کے اختتام پر سب شرکاء انتہائی پرسکون طریقے سے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے۔

ماتمیوں کے ماتمی جلوس

اسلام میں ماتم کرنا، نوحہ کرنا، زنجیر زنی کرنا، آتشکدہ پر چھلانگیں مارنا کوئی عبادت نہیں ہے، تمام میدان ہائے کارزار میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جانیں دینے والے، اپنے سر کٹانے والے، اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کرنے والے

لوگ شہید ہیں، وہ مر کر امر ہوگئے، وہ شہادت کا جام شیریں نوش جاں کر کے ابدی نیند سوگئے، انہیں اسلام میں مردہ کہنے کی اجازت نہیں دی گئی، انہیں مردہ سمجھنے سے بھی منع کیا گیا ہے، شہید کا اللہ کے ہاں بڑا مرتبہ اور مقام ہے، شہدائے کربلا نے یزیدی جبر و قہر کے آگے صدائے حق بلند کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کیں، ان کا ماتم کرنا، ان پر نوحہ کی مجالس برپا کرنا، مصنوعی رونا دھونا یہ سب خلاف اسلام ہے، مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خاطر اپنی سرگرمیاں تیز سے تیز تر کیے ہوئے تھے وہاں وہ دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کی سرگرمیوں پر بھی نظر جمائے ہوئے تھے اور انہیں راہ راست پر لانے کی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے، وہ اور ان کے پیروکار ماتمیوں کے ماتمی جلوسوں کی نفی کرتے ہوئے زبان حال و قال سے کہتے تھے کہ

کہہ دو غم حسین رضی اللہ عنہ منانے والوں سے
مومن کبھی شہدا کا ماتم نہیں کرتے
ہے عشق اپنی جاں سے زیادہ آل رسول سے
یوں سر عام ہم ان کا تماشہ نہیں کرتے
روئیں وہ جو منکر ہیں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے
ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے

یہ اشعار وہ اپنے بیانات و خطبات میں پڑھتے تھے، انہیں گنگناتے تھے، مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلق رکھنے والے خطباء انہیں بلند آہنگ سے پڑھتے تھے اور سوشل میڈیا پر ان کی سرگرمیوں کے ذیل میں نمایاں دکھائی دیتے تھے۔

غدیر خم کا مسئلہ

اہل تشیع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے غدیر خم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ اظہار محبت کے الفاظ کو دلیل بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں حضور ﷺ نے ان کی خلافت بلا فصل کا اعلان کیا ہے، اس روایت کو لے کر انہوں نے ساری دنیا میں انتشار پیدا کر رکھا ہے، فتنہ انگیزی کی انتہا کر رکھی ہے، اس پر مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول دین و فروع دین کے عنوان سے ایسا لاجواب خطاب فرمایا کہ ان کے نظریے کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ مولانا نے فرمایا کہ

''نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ مَن کُنتُ مَولَاہُ فَھَذَا عَلِیٌّ مَّولَاہُ، جس کا میں مولی اس کا علی مولیٰ، یہ روایت ترمذی میں ہے، یہ خبر متواتر نہیں ہے بلکہ خبر آحاد میں سے ہے اور اس روایت کو ہم مانتے بھی ہیں، کچھ لوگ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائی کر رہے تھے، نبی کریم ﷺ حج فرما کر واپس مدینہ کی طرف جا رہے تھے، مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک مقام پڑتا تھا، جس کا نام تھا ''غدیر خم''، وہاں آپ ﷺ نے وقوف فرمایا، وہاں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ اعلان فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کا مولیٰ ہے۔

بہت سے لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہوئی کہ اس سے تو حضرت علی کی خلافت بلا فصل ثابت ہو گئی، تو کیا مولیٰ کے معنیٰ خلیفہ بلا فصل ہے؟ تو پھر قرآن کریم میں جو مولیٰ کا لفظ ہے کہ اللہ مولیٰ ہے، جبریل مولیٰ ہے اور صالح المومنین مولیٰ ہیں، اس کا کیا معنیٰ ہوں گے؟ کیا اللہ خلیفہ بلا فصل ہے؟ کیا جبریل خلیفہ بلا فصل ہے؟ کیا نیک مومن خلیفہ بلا فصل ہیں؟

لفظ مولیٰ ایسا لفظ ہے جس کے بہت سے معنیٰ آتے ہیں، مگر لفظ مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ بلا فصل کہیں بھی نہیں لکھا ہوا، مولیٰ کا معنیٰ محبوب، مولیٰ کا معنیٰ آزاد کردہ غلام، مولیٰ کا معنیٰ چچازاد بھائی، جہاں جیسا قرینہ ہوتا ہے وہاں ویسے معنیٰ ہوتے ہیں، ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو مولیٰ علی کو چاہنے والا وہ حضور ﷺ کو چاہنے والا

ہے،اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِی اَصْحَابِی میں یہی مضمون تو ہے، کیااس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟سارے صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں، جو ان سے محبت رکھے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان سے محبت رکھے گا، جو ان سے بغض رکھے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے گا،لہذا مولیٰ کا معنیٰ محبوب کے ہیں۔

ایک صاحب کہنے لگے کہ دیکھیے صاحب!یہ روایت متواتر ہے،اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ ہونا چاہیے، میں نے پوچھا کہ یہ بتایئے کہ آپ کے ہاں خلافت اصول دین میں سے ہے یا فروع دین میں سے ہے؟ کہنے لگے کہ اصول دین میں سے ہے امامت، میں نے کہا کہ اصول دین کے لیے دلیل کون سی چاہیے؟ وہ دلیل چاہیے جو قطعی الثبوت بھی ہو اور قطعی الدلالت بھی ہو، مثلاً ہمارے ہاں تین اصول دین ہیں، توحید، رسالت، قیامت، انہیں اُم العقائد بھی کہہ لیجیے، ہم سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ایک کیسے مانا ہے؟

ہم اس کے جواب میں کہیں کہ ترمذی میں لکھا ہے کہ اللہ ایک ہے تو کیا اس سے بات چلے گی؟ کوئی پوچھے قیامت کب ہو گی؟ ہو گی یا نہیں ہو گی؟ حشر و نشر ہو گا کہ نہیں؟ جی ہو گا، کیا دلیل ہے، ہم کہیں کہ ابن ماجہ میں لکھا ہے، تو یوں بات نہیں چلے گی، قرآن سناؤ، قرآن پڑھ کر بتاؤ اور ایسے معنیٰ بھی نہ ہوں جس سے مضمون گڈ مڈ ہو جائے، کوئی ابہام رہ جائے، تب ہی تو اللہ نے فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اللہ ایک ہے، اکیلا ہے، وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ، تمہارا معبود ایک اکیلا ہے، اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، توحید پر دلیلیں ہیں یا کہ نہیں؟ بخاری و مسلم کا حوالہ نہیں قرآن کا حوالہ چاہیے، قرآن سے بڑھ کر کوئی حدیث کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو دلیل نہیں ہو سکتی، اسی طرح رسالت کا معاملہ ہے، یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل

ہیں، جو انہیں پہلا خلیفہ نہ مانے وہ جہنم میں جائے گا، اس کے لیے جنت کا دروازہ نہیں کھلے گا، ٹھیک ہے ہم مان لیتے ہیں لیکن آپ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس کے اندر کوئی ابہام ہو ہی نہیں، ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف اپنا محبوب ہی نہیں مانتے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو ہمارے پاس دین نہ ہوتا ہمارے پاس، شریعت نہ ہوتی، ہمارے پاس یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا صدقہ ہے کہ ہم آج کلمہ پڑھ رہے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں، وضو کر رہے ہیں، قرآن کریم پڑھ رہے ہیں، وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کمزور نہیں اعلیٰ ایمان والا جانتے ہیں، انہیں سابقین الاولین میں سے مانتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو بھی سمجھیں ہم سے ان کی محبت کا حق ادا نہیں ہو گا، لیکن ساری باتیں اپنی جگہ پر ہیں، بات کوئی عقل و خرد کی ہونا چاہیے۔ (خطاب شہدائے اسلام، رکاب گنج لکھنؤ)

اہل تشیع کے ساتھ اتحاد

محرم الحرام شروع ہوتے ہی دنیا بھر میں جہاں کہیں اہل تشیع کے ماتمی جلوس نکلتے ہیں، جہاں کہیں زنجیر زنی اور آتشی ماتم ہوتا ہے وہاں یہ نعرہ گونج اٹھتا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ سب کے ساجھے ہیں، اس لیے سنی اور شیعہ کے مابین اتحاد ہونا چاہیے، یہ بات لکھنؤ کے در و دیوار بھی سنتے ہیں، مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس اتحاد اور اس کی دعوت سے سخت چڑ تھی، وہ بسا اوقات اس موضوع پر بات کرتے ہوئے جذباتی ہو جاتے تھے، ان کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر دیتی تھی، وہ دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں واضح کہا کرتے تھے کہ

"ہم تمہیں مسلمان نہیں سمجھتے، تم دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم ہو، ہم تمہارے ساتھ کسی قسم کا اتحاد نہیں کریں گے، یہ لوگ جب قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو ان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقدمہ دائر کریں گے کہ اے اللہ ! انہوں نے

میری پاک دامن بیوی پر تہمت لگائی، انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادرِ عفت کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کی، اے مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی۔

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی عالی ظرفی

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حوصلہ عطا فرمایا تھا، کچھ شر پسندوں نے اپنے اسلاف سے پائی شر انگیزی کو پروان چڑھاتے ہوئے علمائے دیوبند کو، علمائے ندوہ کو، تبلیغی جماعت کو گالیاں دیں، مولانا نے ان لوگوں سے انتقام یا ان کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کی بجائے علی الاعلان ۱۹ جنوری ۲۰۱۶ء میں کہا کہ میں ان سب کو معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں"۔

مولانا فاروقی چونکہ ایک متبع سنت، متشرع، متصلب فی الدین عالم دین تھے اس لیے انہوں نے اپنے پیارے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کو زندہ کیا، کیونکہ یہ ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت ہے، نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کفار مکہ نے کس قدر ستایا تھا، کس قدر پریشان کیا تھا، مگر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سب کافروں کو معاف کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

فرانسیسی صدر دہشت گرد

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہودیوں کے مذہبی ونگ کے خلاف بر سر پیکار تھے بلکہ وہ ان کے سیاسی آقاؤں کی بھی خبر لیتے تھے، چاہے وہ درون ملک ہوں یا عالمی سطح پر ان کی کوئی پہچان ہو، جب بھی دنیا کے کسی کونے گوشے میں اسلام، پیغمبر اسلام، کتاب اسلام کے بارے میں کوئی ہرزہ سرائی یا یاوہ گوئی ہوتی تو خم ٹھونک کر میدان میں آجاتے تھے، فرانس کے صدر کی طرف سے ہرزہ سرائی کے جواب میں انہوں نے بھرائی اور لرزتی زبان میں مذمتی

بیان جاری کرتے ہوئے ۲۸ اکتوبر ۲۰۲۰ میں لکھنؤ کی جامع مسجد کریم شاہ چکمنڈی لکھنؤ میں فرمایا تھا کہ

”فرانس کے صدر نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان میں بدترین گستاخی کی ہے، ہم ایسے شخص کو کتے سے بدتر سمجھتے ہیں، فرانس کا صدر بد ترین دہشت گرد ہے“۔

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا جس قدر میں نے مطالعہ کیا ہے میں نے یہ بات محسوس کی ہے کہ وہ دینی حمیت سے سرشار عالم ربانی تھے، وہ واقعی اپنے اسلاف کی نشانی تھے، اسی لیے تو لاکھوں مسلمانان ہند کے دلوں کی دھڑکن تھے۔

قبلہ اول کی بے حرمتی

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی پر سخت الفاظ میں مذمتی بیان جاری فرمایا، فرمایا کہ مسجد اقصیٰ تو ان تین مسجدوں میں سے ایک ہے جن کی طرف بہ نیت سفر سفر کرنے کا ارشاد نبوی ﷺ موجود ہے، یہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام آسودہ خاک ہیں، یہاں دنیا کے بے شمار ممالک ہیں، مگر اسرائیل مسلمانوں کے ساتھ وہ وہ کچھ کر رہا ہے جو جانوروں سے بھی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اسرائیل کو تباہ و برباد کرے۔

غیر مقلدین کی شر انگیزی

جہاں مسلمانوں کو یہود و ہنود اور ان کے پیروکاروں سے گہرے زخم لگتے ہیں وہاں غیر مقلدین بھی یہود و نصاریٰ کے اچھے بھلے سپورٹر بنتے دکھائی دیتے ہیں، اسلام کے اجماعی اور متفقہ مسائل پر عین اس وقت انگلی اٹھادیں گے جس وقت مسلمانوں کو یادِ خدا میں مصروف ہونا ہوتا ہے، عید قربان قریب آئے گی تو

پاکستان بھر اور انڈیا بھر میں غیر مقلدین کو کٹے اور کٹی کی رنگت، ان کا گوشت اور ان کا حلال و حرام ہونا، ان کی قربانی کا جائز ہونا اور نہ ہونا یاد آنے لگے لگا، سوشل میڈیا پر دھوم مچا دیں گے کہ کٹے اور کٹی کی قربانی جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔

رمضان قریب آئے گا تو ہر طرف شر انگیزی کریں گے کہ ۲۰ رکعت تراویح بدعت ہے، یہ فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی بدعت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان اور غیر رمضان میں بس ۸ تراویح ہی پڑھی ہیں، یہ ایسی شر انگیزی ہے کہ علماء کرام پھر انہی کی شر انگیزی کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، ان چھچھوندریوں سے کہیں جان چھوٹے تو دوسرے باطل فرقوں کی سرکوبی کے لیے کوشش کی جائے، مگر یہ لوگ چیچڑی کی طرح اس طرح مسلمانوں کو چمڑ جاتے ہیں کہ جان ہی نہیں چھوڑتے۔

یہ بظاہر اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں، لیکن میرے خیال میں یہ سب سے بڑے منکر حدیث ہیں، یہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو درست مان کر سارا زور اس پر لگا دیں گے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات کو ضعیف اور کمزور بتلا کر شر انگیزی کے بے لگام گھوڑے کو مزید کھلا چھوڑ دیں گے، یوں امت میں انتشار و افتراق بڑھتا جاتا ہے، الامان والحفیظ من وساوسہم۔

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام حرم شیخ عبد الرحمٰن السدیس سے ایک تحریر لکھوائی اور اپنے متعلقین تک پہنچائی، جس میں شیخ سدیس لکھتے ہیں کہ

"میں لکھ کر دیتا ہوں کہ صرف ۲۰ رکعات تراویح ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ۸ رکعت تراویح قادیانیوں اور غیر مقلدوں کی بے دلیل بدعت ہے، میں خود حرم مکی میں ۲۰ رکعات تراویح پڑھتا اور پڑھاتا ہوں، ۲۰ رکعات تراویح دور صحابہ

سے آج تک حرمین شریفین میں بدستور جاری وساری ہے، ہم سعودی حنبلی علماء ۲۰ رکعت کے قائل ہیں، جن بھائیوں کو یقین نہ آئے وہ خود ہی آکر دیکھ لیں"

اس کتبے اور پوسٹ کے دیدار سے غیر مقلدین کے شیطانی دماغوں اور شیطانی کانوں سے دھواں نکلنا شروع ہو جاتا ہے، یقیناً اب تو دنیا بھر سے لاکھوں لوگ ہر سال رمضان المبارک میں عمرہ کرنے جاتے ہیں، وہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ حرمین شریفین کے دونوں بارونق مراکز میں ۲۰ رکعات تراویح ہی ادا کی جاتی ہے، جہاں سے دین پوری دنیا میں پھیلا، جہاں سے قرآن وسنت کی تشہیر ہوئی، جہاں سے رشد و ہدایت کے سوتے پھوٹے وہاں تو دین اسی شکل میں موجود ہے جس میں چودہ سو سال پہلے موجود تھے، مگر انڈیا یا پاکستان اور بنگلہ دیش میں ان کی شیطنت سر چڑھ کر بول رہی ہے، ان کے کچھ شطونگڑے سعودی عرب میں بھی دھوکے سے بلوں میں گھسے ہوئے ہیں، موقع بہ موقع یہ علمائے اہل سنت کے خلاف وار کرتے ہیں، ان کی شر انگیزیاں حرم کی حدود میں بھی ختم نہیں ہوتیں۔

اس کی مثال میں یہ عرض کروں کہ وہاں ان کا ایک علامہ ہے جسے توصیف الرحمان کہتے ہیں اس نے مغلظات سے بھری ایک کتاب لکھی ہے جس میں اکابرین علمائے دیوبند کی عبارات کو سیاق وسباق سے ہٹا کر، ان کے الٹے سیدھے مفاہیم بنا کر سعودی علماء کرام کو علمائے دیوبند سے بد ظن کیا ہے، وہ سخت ناراض ہیں۔

ایک شیطنت انہوں نے یہ کی کہ انہوں نے اکابرین علمائے دیوبند کی با اعتماد، متاثر کن اور بہت زیادہ پڑھی جانے والی "تفسیر عثمانی" کی طباعت بند کروائی ہے، شاہ فہد کمپلیکس سے "تفسیر عثمانی" طبع ہو کر دنیا بھر کے اُردو دان طبقے تک پہنچتی تھی، مگر ان حاسدوں اور بغضیوں نے وہ تفسیر بند کروا کر جوناگڑھی کی تفسیر طبع کروا کر پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کی ہے اور یہ لوگ اس کوشش میں کامیاب ہوئے ہیں، یوں یہ شر انگیزی اور شیطنت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

گستاخ رسول ہندو کی گستاخی

ہندوستان میں ایک بدبخت مہاسبھاکے صدر ہندو کملیش تیواری نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کاارتکاب کیا تو دنیا بھر کے مسلمانوں کی طرح ہندوستان میں بھی مسلمانوں نے غیرت ایمانی کامظاہرہ کرتے ہوئے اس بد بخت زمانہ کے خلاف قانون کے دروازے پر دستک دی، مولاناعبدالعلیم فاروقی اور جمعیت علماء ہند کے دیگر راہنماؤں نے تھانے میں رپٹ درواج کروائی، بدبخت گستاخ رسول ہندو کی گرفتاری کامطالبہ کیا،مہاسبھاپرپابندی عائد کرنے اوراسے غداروطن قراردینے کی تحریک کی،اس جسارت پرہندوستان میں جہاں مظاہرے ہوئے وہاں مولانافاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے ایمانی وایقانی جذبات کااظہار کیا۔

تشجیع اور حوصلہ افزائی

مولاناعبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنےاسلاف کرام کی یہ صفت رکھی تھی کہ وہ کارخیر میں شرکت کرنے والوں کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتے تھے، ہندوستان بھرمیں جولوگ بھی سیاسی ،دینی اور نظریاتی کاز کے لیے قربانیاں دیتے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، سرکاری اہلکاران جومدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے جلوس کے دوران سرکاری ڈیوٹی سرانجام دیتے،جلوس کے لیے حفاظتی انتطامات کرتے انہیں بلاکر باقاعدہ انہیں شاباشی دی جاتی،انہیں استقبالیہ دیاجاتا، میرے سامنے اس وقت انڈیاسے چھپنے والے ایک اخباکاتراشا موجودہے،اس اخباری تراشے میں اس منظر کوبیان کیاگیاہے کہ وہ کس طرح حوصلہ افزائی کرتے،

"مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحت نکلنے والے تاریخی سالانہ جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی شاندار کامیابی پر اظہار مسرت وتشکر کے لیے مولاناعبدالشکور ہال،احاطہ شوکت علی،رکاب گنج میں ایک تقریب ہوئی، جس میں ضلع انتظامیہ اور

پولیس افسران کا استقبال کرتے ہوئے جلوس میں ان کے قابل قدر تعاون کے لیے ان کو اعزاز سے نوازا گیا، اس موقع پر مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے صدر اور جلوس کے قائد مولانا عبد العلیم فاروقی نے کہا کہ جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم راجدھانی لکھنؤ کی شناخت اور امن ومحبت کی علامت بن چکا ہے، اس تاریخی جلوس کے انتظام میں ضلع انتظامیہ اور پولیس کے اقدامات قابل ستائش اور لائق تحسین ہیں، انتظامیہ نے اپنی قوت ارادی ار پختہ رویہ سے سماج دشمن عناصر کو یہ پیغام بھی دے دیا کہ شہر کا امن سیاست سے بالاتر ہے، س موقع پر ضلع مجسٹریٹ راج شیکھر نے کہا کہ مولانا عبد العلیم فاروقی کی قیادت میں نکلنے والے جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی کامیابی میں سبھی کا تعاون شامل ہے"۔

یہی حوصلہ افزائی، یہی تشجیع ماشاء اللہ کام کرنے اورآگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے، جن جماعتوں، تحریکوں اور تنظیموں نے اس طریقہ کار کو اختیار کیا وہ کامیابی وکامرانی کے ساتھ اپنی منزل مقصود کی سمت گامزن ہوتی ہیں، ان کے آگے بڑھنے اور منزل مطلوب کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہو سکتی۔

تحفظ حرم کی صدا

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر ہمہ جہتی عطا فرمار کھی تھی، وہ ایک طرف اندرون ہند باطل کے خلاف بر سر پیکار تھے تو دوسری طرف وہ عالمی سطح پر ہونے والی عالمی شیاطین کی شر انگیزیوں سے بھی غافل نہیں تھے، حرمین شریفین جو یہود و شیاطین کی نظروں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے ان پر بھی فوکس کیے ہوئے تھے، جب شر انگیزوں نے حرم کے تقدس کو پائمال کرنے کی ناپاک کوشش کی تو مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیر اہتمام کل ہند تحفظ حرم کانفرنس کا انعقاد کیا، اس کانفرنس کے لیے جو اشتہار شائع کیا گیا اس کی پیشانی پر

اپناپیغام لکھ کرعام کیا گیا، جس کی عبارت یہ تھی ''اسلام امن ومحبت کامذہب ہے، قرآن مجید کے سب سے پہلے ناقل اورراوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایمانی رشتہ قائم کرناہر مسلمان کی پہچان ہے۔

حرم پاک مکہ اور مدینہ دنیا میں اللہ کی نشانیاں ہیں،ان مقدس مقامات کی خدمت کرناانبیائے سابقین اورآخرتی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، حرمین شریفین کے تقدس کی حفاظت کی کوشش کرناہر مسلمان کافریضہ اورباعث سعادت ہے، دشمنان اسلام کی طرف سے ان کی حرمت وعظمت کی پامالی کی جو کوششیں ہورہی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں،ان ہی حقائق کوواضح کرنے اورعوام وخواص کوواقف کرانے کے لیے مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیراہتمام کل ہند تحفظ حرم کانفرنس ۲۷ جنوری ۲۰۱٦ بدھ ۹ بجے دن مولاناعبدالشکورہال احاطہ شوکت علی رکاب گنج لکھنؤ میں منعقد کی جارہی ہے، جس میں ملک بھرسے سینکڑوں علمائے کرام شرکت فرمائیں گے،برادران اسلام سے شرکت کی درخواست ہے''۔

یہ مختصرپیام تھاجوایک پوسٹ یادعوت نامہ کی شکل میں تھا،اس کے بعد ایک تفصیلی اشتہارشائع کیا گیا، جس پر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ،دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اس وقت کے مہتمم سمیت چیدہ چیدہ علمی اورقد آور شخصیات کے اسمائے گرامی نمایاں لکھے گئے، علی حسب مراتب بہت سے لوگوں کے نام اس اشتہار میں دکھائی دے رہے ہیں،جوحوصلہ افزائی اورسب کوساتھ لے کرچلنے کااشارہ ہے۔

اس کانفرنس کولکھنؤ کی کامیاب ترین کانفرنس کہاجاسکتا ہے، اس کی کچھ جھلکیاں انڈیاکے روزنامہ ''انقلاب'' نے شہ سرخی میں پیش کی ہیں،اسٹیج پر موجود علماء کرام کی تصاویر بھی نمایاں کیپشن کے ساتھ لگائی ہیں،اخبار کی جلی سرخی یہ لگائی گئی کہ ''حرمین شریفین پر قبضہ واس کی بے حرمتی کاخواب کبھی پورانہیں ہوگا''

اخبـاری رپورٹ میں لکھا گیا کہ ”حـرم شریف مکہ و مدینہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے قبلہ اور مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں، مسلمانوں کا ان سے تعلق دینی بھی ہے اور جذباتی بھی، اس لیے مسلمان حرمین شریفین کے تقدس و عظمت کی پامالی کو کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتا، حرمین شریفین امن عالم کی بقاء کا ذریعہ ہیں، اس لیے ان کی بے حرمتی کرنے والا سب سے بڑا دہشت گرد ہے، ان خیالات کا اظہار مجلس تحفظ ناموس صحابہ کے صدر مولانا عبد العلیم فاروقی نے مولانا عبد الشکور ہال میں مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کل ہند حرم کانفرنس سے اپنے صدارتی خطاب کے دوران کیا، انہوں نے مزید کہا کہ داعش ایک دہشت گرد تنظیم ہے، اس کا اسـلام سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اسـلام بے گناہوں کا خون بہانے کو کسی بھی صورت میں جائز قرار نہیں دیتا اور سعودی عرب میں باقر النمر اور ان کے ساتھیوں کی پھانسی دہشت گردی کے خلاف ایک بڑی کارروائی ہے، جس کی عالمی سطح پر پذیرائی ہونی چاہیے“۔

اندازہ لگایا جـاسکتا ہے کہ کس قدر حکمت عملی، کس قدر غیرت ایمـانی اور حمیت ملی کے ساتھ ساتھ حرمین شریفین کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی کاوشیں بروئے کار لاتے تھے، اس کانفرنس کی دھوم انعقاد سے پہلے ہند بھر میں مچی ہوئی تھی، انعقاد کے بعد ہندوستان کے اردو، انگریزی اور ہندی اخبـارات نے اسے نمـایاں کوریج دی، نیٹ پر موجود اخبارات میں بھی اس کانفرنس کی شہ سرخیـاں دیکھی گئی ہیں، سوشل میڈیا پر ان اخبارات کے تراشے شائع کیے گئے ہیں۔

اسـلامی تقویم کا رواج

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے توفیق خاص عطا فرما رکھی تھی، جب بھی اسـلامی سال ذوالحجہ اختتام کے قریب ہوتا تو مجلس تحفظ

ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے پلیٹ فارم پر سال نو کی آمد کا پروگرام کرواتے، اس کے لیے پہلے دعوت نامے تیار کرواتے، انگریزی، اردو اور ہندی زبان میں ان کی تشہیر کرتے، لوگوں کو اپنے ہاں بلاتے اور انہیں تقویم اسلامی کی اہمیت بتاتے، اسی دوران فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان بیان کی جاتی۔

میرے سامنے اس وقت ہندوستانی اخبار کا ایک تراشا ہے، جس میں اسلامی تقویم کے مطابق سال نو کی آمد پر منعقدہ کانفرنس کے بعد کی جھلک پیش کی گئی ہے،

اخباری رپورٹ کے مطابق" مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیر اہتمام سنی انٹر کالج کے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ھال میں نئے اسلامی سال ہجری کے آغاز پر ایک جلسہ مولانا عبد العلیم فاروقی کی صدارت میں منعقد ہوا، شہر اور بیرون شہر کے ممتاز علمائے کرام نے جلسہ میں شرکت کی اور مقررین نے اسلامی سال ہجری کی اہمیت اورر ابتدا پر روشنی ڈالی، صدر جلسہ جانشین امام اہلسنت مولانا عبد العلیم فاروقی مہتمم دار المبلغین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیدنا فاروق اعظم کی اسلامی خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا، خود ان کی ذات گرامی اسلام کی عظیم المرتبت شخصیتوں میں شمار کی گئی اور دنیا نے ان کی عظمت و شوکت کا لوہا مانا۔

متعصب عیسائی، بڑے بڑے مستشرقین اور دنیا کے غیر مسلم دانشوروں نے ان کو خراج عقیدت پیش کیا، مولانا فاروقی نے ان کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ اسلامی سال ہجری کے قیام پر گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک مشاورتی بورڈ قائم کیا جس میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک تھے، بات اس پر چلی کہ مسلمانوں کی کوئی تاریخ نہیں ہے، جس سے بعض اوقات معاملات میں دشواری پیش آتی ہے، لہذا کوئی سن متعین کر دیا جائے تا کہ معاملات کے سمجھنے میں آسانی ہو، کسی کی رائے ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے سن قائم

کیاجائے مگر یہ رائے مسترد ہوگئی، کیونکہ اس میں نصاریٰ سے مشابہت ہے، کسی نے رائے دی کہ آپ کی وفات سے سن بنایاجائے، مگراس پر بھی اتفاق نہ ہوا، اس لیے کہ وفات رسول ﷺ کا سانحہ ناقابل برداشت تھا، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ آپ ﷺ کی ہجرت سے سن کا آغاز ہو، کیونکہ ہجرت سے اسلام کی سر بلندی اور فتح وکامرانی کا دروازہ کھلتاہے جونیک فال ہے۔

چنانچہ اس پر اتفاق ہوگیا، اس طرح اسلامی سال کی ابتدا خلافت فاروقی کا عظیم الشان کارنامہ قرار پائی، مولانا فاروقی نے مزید کہا کہ ماہ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلامہینہ ہے جو بڑا بابرکت ہے، قرآن پاک کی عظمت کا گواہ ہے، جب سے کائنات کا نظام قائم ہوا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سے بارہ مہینے بنادیے، ان میں سے چار مہینے حرمت وعظمت والے ہیں، ان میں سے چار مہینوں کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث پاک کے ذریعے فرمادی، جن میں محرم، رجب، ذی قعدہ اورذی الحجہ ہیں"۔

اللہ غریق رحمت کرے لیبیائی انقلاب لیڈر کرنل معمر القذافی شہید کو وہ شخص اپنے چالیس سالہ دورِ اقتدار میں اس بات پر دنیا بھر کے مسلمانوں میں دہائی دیتا رہا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے دن سے اسلامی تقویم شروع کی جائے، ہم نے ان کے کئی پروگراموں میں شرکت کی، ہماری ان سے ان کے خیمہ میں منعقدہ کانفرنس میں ملاقات بھی ہوئی، ان کے جلسوں میں کئی بار شرکت کرنے کا موقع ملا، وہ بہت زور دیتے تھے کہ ہماری تقویم کا آغاز نبی ﷺ کی ولادت کے دن سے ہوناچاہیے، وہ نبی ﷺ کی رحلت کو کائنات کا سب سے بڑا سانحہ قرار دیتے تھے۔

قذافی کا دردِدل اور حُبِ مصطفوی ﷺ اپنی جگہ پر مگر دنیا بھر کے ستاون اسلامی ممالک میں سے کسی ملک نے ان کی اس آواز پر لبیک نہیں کہا، ہم جو انہیں سننے والے لوگ تھے ان کی تقریر سن کر ورطہ حیرت میں گم ہوجاتے تھے۔

۱۰ محرم کا روزہ

مجلس تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والی تنظیموں نے دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے کبھی بھی نہیں جانے دیا، آپ اس بات کا اندازہ اسی سے لگا لیجیے کہ ۱۰ محرم کے روزے کا حکم دیا گیا، مگر اس کی اہمیت وافادیت کے لیے اس میں مزید وزن بڑھایا گیا، لکھنؤ اور اس کے مضافات میں ایک پوسٹر جگہ جگہ دکھائی دینے لگتا ہے، سوشل میڈیا پر اسے پیش کیا جاتا ہے، جس کا مضمون ملاحظہ فرمائیے

"۱۰ محرم یوم عاشور کو روزہ رکھنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس دن کا روزہ رکھ کر سنت پر عمل کریں، تاکہ شیعوں کے دیے گئے رواج کے مطابق اس دن امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر روزے کی مخالفت کرتے ہوئے شربت پینے پلانے کا عمل کرے، امام حسین رضی اللہ عنہ پیاسے شہید ہوئے اور ہم شربت پی کر ان کی پیاس کا مذاق نہ اڑائیں"۔

اس قدر باریک بینی سے اپنے ہم مسلک لوگوں کو بات سمجھانا، پھر دشمنان صحابہ کے خانہ ساز سسٹم کو فیل کرنے کی کوشش وجدوجہد کرنا یقیناً مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جیسے زیرک، عقابی نگاہ کے مالک شخص کا کام ہی ہو سکتا ہے، ورنہ عمومی حالات میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ اتحاد بین المسلمین کے نام پر اس طرح ٹراتے دکھائی دیتے ہیں جس طرح برسات کے موسم میں مینڈکیں ٹراتی ہوئی آپ کے دماغ چاٹنا شروع کر دیتی ہیں، موسم برسات میں وہ اس طرح ہر کھیت سے نکلتی دکھائی دیتی ہیں جیسے مینڈکوں کی برات نکل آئی ہو، وہ ایسے ٹراتی ہیں جیسے کسی چیز کا جشن منا رہی ہیں، اسی طرح مسلکی و نظریاتی تصلب کے بغیر لوگ اتحاد بین المسلمین کا نعرہ لگاتے نہیں تھکتے ہیں، ان کے نزدیک مسلک، مشرب، مذہب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

سول یونیفارم کوڈ

مولاناعبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انڈین حکومت کی طرف سے نافذ کردہ ''یکساں سول کوڈ'' کو جمہوریت کے منافی قرار دیتے ہوئے بھارتی مسلمانوں کی درست طور پر ترجمانی کی ہے بلکہ ترجمانی کا حق ادا کیا، ایک بھارتی اخبار کا تراشا میرے سامنے ہے، جس میں لکھنؤ سے خبر شائع کی گئی ہے، جس میں

''جمعیت علماء ہند کے جنرل سیکرٹری مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب نے کہا کہ ہمارا ملک دنیا کا عظیم ترین جمہوری ملک ہے اور مختلف مذاہب کے ماننے والے اس ملک میں بستے ہیں اور دستور ہند ہر مذہب کے ماننے والے کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دیتا ہے، اس لیے ''یکساں سول کوڈ'' جمہوریت کی روح کے خلاف ہے اور اس کے نفاذ کی کوشش کسی بھی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

انہوں نے مزید کہا ''کہ لاء کمیشن کا قیام اور تین طلاق کو موضوع بنا کر مرکزی حکومت یونیفارم سول کوڈ کو نافذ کرنے کی راہ پر چل رہی ہے اور خفیہ طور پر آر ایس ایس اور فرقہ پرست طاقتوں کے ایجنڈے پر عمل کر رہی ہے، جس کو اس ملک کا مسلمان کسی بھی حالت میں برداشت نہیں کر سکتا''۔

مولانا نے اعلان کیا کہ '' شریعت کے تحفظ اور یکساں سول کوڈ کی مخالفت کے لیے ہر ممکن جدوجہد کی جائے گی، مولانا فاروقی نے مزید کہا کہ مرکزی حکومت اُتر پردیش کے اسمبلی الیکشن کے پیش نظر اپنی ڈھائی سالہ حکومت کی ناکامیوں پر پر دہ ڈالنے کے لیے اس طرح کے شگوفے چھوڑ رہی ہے تاکہ بھولے بھالے عوام کا ذہن اصل موضوع سے ہٹایا جاسکے، انہوں نے کہا کہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ اس ملک میں بسنے والی دیگر اقلیتیں بھی اس طرح کی کوشش کے خلاف ہیں اور اس کی پر زور مذمت پر کمر بستہ ہیں''۔

"یکساں سول کوڈ" کے حوالے سے بھارت میں کافی بے چینی اور اضطراب پایا جاتا رہا، اس پر دنیا بھر کے اخبارات نے کالم اور مضامین لکھے، جب یہ قانون پاس ہوا تو اسے " بریکنگ نیوز" یا "نباء عاجل" اور "فوری خبر" کے طور پر چلایا گیا، راقم الحروف نے لکھنؤ میں وٹس ایپ پر مولانا ابو الحسن فاروقی صاحب سے یکساں سول کوڈ کے حوالے سے بات کی، جس میں انہوں نے "یکساں سول کوڈ" کے حوالے سے مجھے بریف کیا، پھر میں نے انٹرنیٹ پر گوگل کیا تو دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کی معلومات کے پلندے یہاں دستیاب تھے، جن پر میں نے سرسری نگاہ ڈالی تو اس معاملے کی حساسیت کا اندازہ ہوا اور مسلم امہ کے محسن مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بروقت اطلاع اور حکومت کو خبردار کرنے پر ان پر رشک بھی آیا۔

میں نے اس کے بعد خبر و نظر کی ویب سائٹ پر نگاہ ڈالی تو وہاں پر بہت ہی عمدہ اور معلومات افزا مواد دستیاب تھا، جس کے چند اقتباسات میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، ان پر نگاہ ڈالیے اور اندازہ لگائیے کہ مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس قدر حساس طبیعت رکھتے تھے اور کس طرح وہ بروقت مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کی خاطر میدان عمل میں کود پڑتے تھے۔

فکر و نظر کا مقالہ نگار لکھتا ہے "جب ہندوستان آزاد ہوا، اور ملک کا نیا دستور بنا تو اس میں بھی "مسلم پرسنل لا" کی قانونی حیثیت تسلیم کی گئی اور طویل ترین ماضی کی روایات اور عوامی رجحان جس کی بنیاد مذہب پر ہے، کا احترام کیا گیا اور قانون سازوں نے صاف طور پر دستور ساز اسمبلی میں اعلان کیا کہ "مسلم پرسنل لا" میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

اب اس ملک میں مسلم پرسنل لا کو ختم کر کے "یونیفارم سول کوڈ" کی بات کی جاتی ہے۔ "یونیفارم سول کوڈ" یا "یکساں شہری قانون" سے مراد وہ قوانین ہوا

کرتے ہیں جو کسی بھی مخصوص خطہ زمین پر آباد لوگوں کی سماجی اور عائلی زندگی کے لیے بنائے گئے ہوں، ان قوانین کے تحت ہر فرد کی شخصی اور خاندانی زندگی کے معاملات آتے ہیں اور نکاح و طلاق، فسخ و ہبہ، وصیت و وراثت اور تبنیت جیسے امور انہیں قوانین کے ذریعہ حل کیے جاتے ہیں، ان قوانین کے نفاذ میں کسی شخص کے مذہب، اس کی تہذیب اور رسم و رواج کا خیال نہیں کیا جاتا، ان چیزوں سے بالکل الگ ہو کر ہر مذہب کے ماننے والے کے لیے ایک قانون "یونیفارم سول کوڈ" ہے اور اسی قانون کے تحت نکاح اور طلاق جیسے امور بھی انجام پاتے ہیں، یعنی سول کوڈ کے ذیل میں وہ سارے امور آجاتے ہیں جن کا تعلق پرسنل لا سے ہوتا ہے۔

ہندوستان میں "یونیفارم سول کوڈ" کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کو اپنی مذہبی ہدایات کے خلاف نکاح و طلاق جیسے معاملات انجام دینا ہوں گے، وصیت اور وراثت کے معاملہ میں بھی انہیں مذہبی قانون کے بجائے دوسرے قوانین پر عمل کرنا ہوگا، اسی طرح دوسرے مذہب اور رسم و رواج کے پابند لوگوں کو بھی اپنا مذہب چھوڑنا ہوگا، اپنے رواج کو مٹانا ہوگا اور نئے قانون کا پابند ہونا پڑے گا۔

اس طرح "یونیفارم سول کوڈ" واضح طور پر "مسلم پرسنل لا" سے مختلف ایک قانون ہے، جس کے نفاذ کے بعد "مسلم پرسنل لا" کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، یہ حقیقت ہے کہ نیم سرکاری یا غیر سرکاری سطح سے مختلف قسم کے اجتماعات کے ذریعہ "یونیفارم سول کوڈ" کی راہ ہموار کی جاتی رہی ہے، اعتدال پسند اور انتہا پسند قسم کے چھوٹے چھوٹے گروپ بھی تیار ہو چکے ہیں، جو براہ راست یا بالواسطہ یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کی جدوجہد کر رہے ہیں، ایسی انجمنیں بھی بن چکی ہیں جن کا بنیادی موضوع یہی مسئلہ ہے، ایسے افراد، گروپس اور انجمنیں خواہ انہیں مسلم عوام اور قرآن و سنت سے واقف حضرات کا تعاون حاصل نہ ہو اور ان کی آواز مسلم معاشرہ

سے بالکل الگ ایک آواز ہو مگر یہ قوتیں اپنی سطح پر کام کر رہی ہیں اور انہیں یہ کہتے ہوئے ذرا ہچکچاہٹ نہیں ہوتی کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ہمارے ساتھ ہے، خود حکومت کے ذمہ داران کا ذہن بھی ''یونیفارم سول کوڈ'' کے ساتھ ہے اور مختلف موقعوں پر ان حضرات کی طرف سے ''یونیفارم سول کوڈ'' کے نفاذ کے ارادوں کا اظہار ہوا ہے، مثلاً جب ہندو پرسنل لا کو نئی شکل دی جارہی تھی تو اس وقت کے مرکزی وزیر قانون مسٹر پاٹسکر نے کہا تھا۔ ''ہم نے آئین کے نفاذ (۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء) کے بعد اسپیشل میر تیج ایکٹ ہندو میر تیج ایکٹ پاس کیے ہیں۔(فکر و نظر)

مقالہ نگار مزید لکھتا ہے ''حکومت مسلسل 'یونیفارم سول کوڈ' کے نفاذ کی خواہش مند رہی ہے اور ایک عرصہ سے ملک کا ایک طبقہ جس میں بڑی تعداد ہندوؤں کی ہے اور کچھ مسلمانوں کی، اسے نافذ کرنے کے لیے ذہن سازی کی پوری کوشش کر رہا ہے، کچھ لوگ انتہاپسندوں کی شکل میں قوت کے سہارے ''یونیفارم سول کوڈ'' کے نفاذ کا مشورہ دیتے ہیں، کچھ لوگ اصلاح کے نام پر اس کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں اور بعض حضرات ناصح مشفق بن کر حالات کے تقاضوں کی رعایت کی سفارش کرتے ہیں، لیکن یہ سارے طبقے جو مختلف قسم کے مشورے دے رہے ہیں ایک ہی منزل کے راہی ہیں، ہر ایک کی تجویزیں الگ ہیں، ان کے لب و لہجہ میں فرق ہے، ان کے دلائل مختلف ہیں لیکن گہرا جائزہ یہی بتلاتا ہے کہ ان سب کا مقصد ایک ہے اور دیر یا سویر یہ سب ایک ہی جگہ پہنچ جائیں گے۔(فکر و نظر)

منزل کے اس اتحاد کی وجہ یہ ہے کہ اس ذہن کے لوگ مغربی افکار و خیالات کے اسیر ہیں، ان کی تعلیم و تربیت مغربی طرز کی ہے، وہ مغربی معاشرہ سے ذہنی اور عملی تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے مغربی قوانین کو پڑھا اور سمجھا ہے، اس لیے ہندوستانی دستور کے فریم میں انہیں مسلم پرسنل لاء جیسی چیز اجنبی لگتی ہے، وہ شریعت کو زائد ضرورت سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ شریعت فرد کا ایک پرائیوٹ

معاملہ تو ہو سکتا ہے قانون نہیں بن سکتا ہے، مغربی انداز فکر کی وجہ سے ان کے نزدیک مشرق کی روایتیں بھی قابل احترام نہیں ہیں اور نہ مشرقی مزاج و انداز انہیں بھاتا ہے، ان کے نزدیک کسی چیز کو پرکھنے کے لیے صرف اساتذۂ مغرب کی دی ہوئی کسوٹی ہے، مغرب سے الگ ہو کر ان کے سامنے نہ کوئی دعوت ہے نہ پیغام، نہ طرز فکر ہے، نہ راہ عمل "مغرب" نے یونیفارم سول کوڈ، کی تعلیم دی ہے، وہاں مذہب کے نام پر جو کچھ ہے وہ صرف زندگی کا پرائیوٹ معاملہ ہے، وہاں مذہب کا دائرہ عبادات اور رسول تک محدود ہے، اس لیے ایسے حضرات "یونیفارم سول کوڈ" کے سوا کسی اور چیز کو مشکل ہی سے سوچ سکتے ہیں"۔(فکرو نظر)

"فکرو نظر" کے آئندہ اقتباس سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ" یونیفارم سول کوڈ" کی کیوں مخالفت کرتے تھے، فکرو نظر کا مقالہ نگار رقمطراز ہے کہ مسلمان "یونیفارم سول کوڈ" کے مخالف ہیں: ہندوؤں کا مذہبی طبقہ بھی اس سے اتفاق نہیں رکھتا، مسلمانوں کے اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ "یونیفارم سول کوڈ" مذہبی تعلیمات سے متصادم ہے، اس کے نفاذ کے بعد عائلی اور شخصی زندگی میں قرآن و سنت کی ہدایات سے دستبردار ہونا پڑے گا اور ایک ایسے قانون کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا پڑے گا جس کے نتیجے میں مذہب کی مقرر کی ہوئی حدیں مٹ جائیں گی اور فرد کی شخصی زندگی سے حلال و حرام کا وجود ختم ہو جائے گا، مسلمان اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ ان قوانین کے ذریعہ اپنی عائلی اور شخصی معاملات و مسائل کا حل نکالیں جن کا ہر قدم پر مذہب سے ٹکراؤ ہوتا رہے۔

جن لوگوں نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا ہے اور اسلام کو بعض دوسرے مذاہب کی طرح عبادات اور رسم و رواج کا مجموعہ سمجھتے ہیں، انھیں یکساں شہری قوانین کے نفاذ کے خلاف مسلم رائے عامہ کی وجہ سمجھ میں نہیں آسکتی اور جو لوگ مسلمانوں کی مذہب سے وابستگی کا علم نہیں رکھتے وہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ مسلم رائے

عامہ اس مسئلہ پر کتنی مضبوط ہو سکتی ہے لیکن مسلمانوں کی مذہب سے بھرپور وابستگی اور اسلامی تعلیمات کی وسعت انہیں اجازت نہیں دیتی کہ وہ شخصی زندگی کے مذہبی قوانین سے دست بردار ہوں، کیوں کہ یہ مذہبی قوانین بھی دین کا ایک اہم حصہ ہیں، اور ان کی بنیاد بھی اسی طرح قرآن وسنت میں موجود ہے جس طرح نماز، روزہ اور دوسری عبادات کی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر مذہب کے ماننے والوں کے کچھ تہذیبی امتیازات ہوتے ہیں جن کا تعلق بڑی حد تک ''پرسنل لا'' سے ہوا کرتا ہے، بعض مذاہب کے یہ امتیازات مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر نہیں بلکہ رسم ورواج اور جغرافیائی حالات کے ماتحت ہیں، مسلمانوں کے بھی تہذیبی امتیازات ہیں جن کی بنیاد مذہبی تعلیمات پر ہے، مسلمان آمادہ نہیں ہیں کہ وہ تہذیبی امتیاز سے دستبردار ہوں، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مسلمان بلا وجہ امتیازی نقطۂ نظر یا علیحدگی پسندی کا جذبہ رکھتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ تہذیبی امتیاز، مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر ہے، یوں بھی تہذیبی رنگارنگی اور عائلی زندگی کے طور طریقوں کی جداگانہ نوعیت کا نتیجہ علیحدگی پسندی نہیں ہوا کرتا، علیحدگی پسندی، قومی معاملات سے بے تعلقی، مشترکہ سماجی ربط کی کمی، رفاہی کاموں سے دوری کی شکل میں سامنے آتی ہے''۔ (فکر ونظر)

فکر ونظر کے فاضل مقالہ نگار کے آئندہ رشحات قلم سے ''یونیفارم سول کوڈ'' پر مزید روشنی پڑتی ہے، ملاحظہ فرمایئے ''قومی یکجہتی اور باہمی رواداری کا ''یکساں سول کوڈ'' سے کتنا اور کس طرح کا تعلق ہے؟ اس کا اندازہ اس طرح لگانا چاہیے کہ جن مسائل کا تعلق افراد کی شخصی زندگی سے ہے، ان کی بناء پر آج تک دو فرقوں کے درمیان کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا، ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی یا دوسرے فرقوں کے درمیان نکاح وطلاق، ہبہ ووراثت وغیرہ جیسے مسائل کو لے کر کبھی اختلاف ہوا

ہو، اس کی مثال نظر نہیں آتی، کیونکہ یہ معاملات دو فرقوں کے درمیان نہیں ہوا کرتے ایک فرقہ کے دو یا چند افراد کے درمیان ہوتے ہیں اس کے برخلاف دو فرقوں کے درمیان شادی (جو یونیفارم سول کوڈ کی ایک دفعہ بن سکتی ہے) سے بڑے تلخ نتائج سامنے آئے ہیں اور کئی بار شدید ترین فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوئی ہے، اس لیے واقعات کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہے کہ مختلف فرقوں کے علیحدہ شخصی قوانین قومی یک جہتی اور ملکی اتحاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے!

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کئی ایسے اہم مسائل موجود ہیں جن کی وجہ سے ملکی اتحاد اور سالمیت کو نقصان پہنچا ہے اور مستقبل میں مزید نقصانات کا خطرہ ہے، لیکن دوسری مصلحتوں کی وجہ سے ان مسائل اور عوامی مزاج کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، انہیں ملکی سالمیت کے نام پر ختم نہیں کیا گیا، انہیں مسائل میں سے زبان کا مسئلہ دہکتا ہوا انگارہ ہے، جس نے آسام میں ہلچل پیدا کر دی، بنگال کو ہنگاموں پر اکسایا اور جنوب و شمال کے درمیان عداوت و نفرت کی خلیج حائل کر دی، اس خلیج کا اندازہ ماضی کے ہنگاموں سے لگایا جا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے مستقبل میں یہی چیز علیحدگی کا ذریعہ بنے، لیکن ان تمام واقعات کے باوجود "زبان" کے مسئلہ پر قومی یکجہتی اور ملکی سالمیت و اتحاد کی خوش کن آواز سننے میں نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو صرف اس لیے کہ اس ذریعہ سے ہنگاموں کو روکا جا سکے۔

یہ حقیقت ہے کہ شخصی زندگی کے یہ قوانین، قومی اتحاد اور یک جہتی پر برا اثر نہیں ڈالتے اور یونیفارم سول کوڈ، قومی یک جہتی کا ذریعہ نہیں بن سکتا، قومی انتشار کا ذریعہ بن سکتا ہے، قانون سازی ایسی ہونی چاہیے کہ اس ملک میں آباد تمام مذہبی، تہذیبی اور لسانی اکائی اپنی انفرادیت کو محفوظ سمجھے اور اس قانون کے دائرہ میں رہ

کر وہ ملک کے استحکام اور ترقی میں پر سکون، باعمل شہری کی حیثیت سے حصہ لے سکے۔ قانون سازی کا یہ طریقہ ملک میں یکجہتی کی فضا پیدا کرنے میں معاون ہو گا۔

لیکن اگر مختلف تہذیبی، لسانی یا مذہبی اکائیاں کسی قانون کے ذریعہ اپنی انفرادیت کو مٹتا ہوا محسوس کریں گی تو ان میں رد عمل ہو گا، وہ اس قانون کے خلاف آواز بلند کریں گی، قانون سازوں پر ان کا اعتماد باقی نہیں رہے گا اور قومی یک جہتی کو نقصان پہنچے گا، مسلمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ یونیفارم سول کوڈ ان کی تہذیبی اور سماجی انفرادیت کے خاتمہ کا ذریعہ ہو گا، اسی لیے "یونیفارم سول کوڈ" قومی یک جہتی کا ذریعہ نہیں، قومی انتشار کا وسیلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ (فکر و نظر)

ایک بھارتی اخبار کے تراشے سے میں مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان جذبات کی ایک جھلک پیش کر چکا ہوں، مگر مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تسلسل سے اس کالے قانون کے خلاف صدائے حق بلند کرتے رہے، صدائے احتجاج بلند کرتے رہے، آپ نے ایم سی اے گراونڈ میں ایک بہت بڑے جلسے بعنوان تحفظ عظمت صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی جلالی انداز میں حکومت ہند کو اوچھے ہتھکنڈوں سے باز رہنے کی تلقین کی، ملاحظہ فرمائیے

" بزرگ عالم دین مولانا عبد العلیم فاروقی لکھنوی نے اپنے خطاب میں یکساں سول کوڈ کی کوششوں کا بخیہ ادھیڑتے ہوئے حکومت کو چیلنج کیا اور کہا کہ ملک کی موجود صورت حال انتہائی تکلیف دہ ہے اور ہر جانب ظلم و ستم کا دور دورہ ہے، مولانا نے کہا کہ اسلام اصل مقابلہ یہود و نصاریٰ سے ہے، یہود یہ چاہتے ہیں کہ اسلام مٹ جائے اور یکساں سول کوڈ کی رٹ لگانے والے یہ یہود کے کارندے ہیں، جو ان کے ایجنڈے پر عمل کر رہے ہیں، مولانا فاروقی نے انتباہ دیتے ہوئے کہا کہ سن لو! آج سے چودہ سو سال قبل سے تمہارے یہودی لیڈر یہ کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ ناکام

ہیں، تمہیں جتنی کوششیں کرنی ہیں کرلو لیکن یہ یاد رکھو کہ اسلام تمہارے یکساں سول کوڈ سے مٹنے والا نہیں ہے، ایسی کوشش ۱۴۰۰ سال قبل بھی ناکام ہوئی تھی اور آج بھی اسے ناکامی کا منہ ہی دیکھنا ہوگا، مولانا نے مسلمانوں کو دہشت گرد اور اسلام کو دہشت گردی والا مذہب کہنے والوں کی بھی خبر لی، انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، ان پر بہتان تراشی کی جاتی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وطن عزیز میں مسلمان نہیں رہیں گے تو ہندوستان میں کوئی بھی نہیں رہے گا، اس لیے کہ جب روئے زمین پر اللہ کا نام نہ لیا جائے گا تو روئے زمین مٹ جائے گی"۔

سنی تربیتی کیمپ

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ موفق من اللہ شخص تھے، انہوں نے اپنے دادا مرحوم کے لگائے گلشن کی آبیاری اس طرح کی جس طرح اس کی آبیاری کا حق تھا، آپ نے علماء، عامۃ الناس اور خواص کی نظریاتی، مسلکی اور دینی تربیت کے لیے مختلف پروگرام تشکیل دے رکھے تھے، ان میں ایک اہم ترین "سنی تربیتی کیمپ" کا انعقاد تھا، اس تربیتی کیمپ کے اشتہار شائع کیے جاتے، دعوت نامے بھیجے جاتے اور لوگوں کو مولانا عبد الشکور ہال میں مختلف اہل علم و عرفان درس دیتے، جس سے ذہنی تربیت کا سامان مہیا کیا جاتا۔

"روزنامہ انقلاب نیوز" کی لکھنؤ سے نشر یہ رپورٹ میں بتایا گیا کہ

"اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماننا اور ان سے محبت کرنا مسلمانوں کا اعتقاد اور دین کا تقاضا ہے ایسا کسی رد عمل کے نتیجہ میں ہم نہیں کرتے، اگر ہم چاند یا مشتری پر چلے جائیں اور وہاں کوئی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیار حق نہ ماننے والا یا ان پر طعن کرنے والا نہ ہو تو بھی وہاں ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ اور ان سے

محبت کا اظہار کریں گے، ان خیالات کا اظہار مجلس تحفظ ناموس صحابہ کے صدر مولانا عبد العلیم فاروقی نے مولانا عبد الشکور ہال میں چل رہے دوروزہ سنی تربیتی کیمپ کی افتتاحی نشست میں کیا، مولانا نے کہا کہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں مسالک برحق ہیں اوران کے درمیان اختلاف صرف ارجحیت کا ہے، کبھی بھی ان میں سے کسی نے دوسرے کو مطعون نہیں کیا اور چاروں مسالک سنت نبوی اور طرز صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل پیرا ہیں، انہوں نے کہا کہ دین پر اور عقیدوں پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرنا اور اس پر ہونے والے اعتراضات کا مدلل اور علمی جواب دینا علماء کرام کی مشترکہ ذمہ داری ہے"۔(روزنامہ انقلاب نیوز)

حج تربیتی کیمپ

بھارتی مسلمان حرمین شریفین کی زیارت جس مذہبی جوش وجنون سے کرتے ہیں اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یقیناً بھارتی علماء کرام نے ان کی درست طریقے سے تربیت کی ہے، مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر سال حجاج کرام کو حرمین شریفین روانہ کرنے سے پہلے باقاعدہ تربیتی کیمپ لگاتے اور اس میں انہیں مناسک حج سکھائے جاتے تھے، ایک بھارتی اخبار اس کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہے، اخبار نے بارہ بنکی کے نامہ نگار کے حوالے سے خبر دی کہ

"اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے والے خوش نصیب افراد کو اس بات کا سب سے زیادہ دھیان رکھنے کی ضرورت ہے کہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، کسی موقع پر عجلت اور جلدبازی سے کام نہ لیں، کیونکہ شیطان قدم قدم پر انہیں ورغلانے کی کوشش کرتا ہے کہ کیسے اللہ کے مہمانوں کو بہکایا جائے وہ ہر لمحہ دل میں وسوسے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے حجاج کرام کو صبر و تحمل کا

مظاہرہ کرنا چاہیے، چاہے طواف کے دوران حجر اسود کا بوسہ لینا ہو یا شیطان کو کنکریاں مارنا ہو، مزدلفہ اور عرفات کا قیام ہو یا حج کے دیگر ارکان ہوں حاجی صاحبان ہر موقع پر صبر سے کام لیں اور جلد بازی میں پڑ کر شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیں، مستحبات کے لیے حرام عمل کا ارتکاب کسی صورت میں بھی جائز نہیں"۔

اخبار رپورٹ کرتا ہے کہ "مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب نے مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد الشکور فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کے سفر حج کے وقعات کی روشنی میں عازمین سے سادگی اختیار کرنے اور دوسرے حجاج کرام کی مدد اور راہنمائی کے جذبات پر زور دیا"۔

پندرہ روزہ دینی جلسے

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دبنگ قیادت میں وقفے وقفے سے مختلف پروگرام منعقد کیے جاتے تھے، جن میں وہ لوگوں کو کچھ کرنے کی تلقین بڑے زور وشور سے کرتے تھے، انہوں نے " پندرہ روزہ جلسے "ان میں دینی اصلاح کی گئی، بھارت سے شائع ہونے والے ایک اردو اخبار میں مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے متعلق خبر رپورٹ ہوئی ہے، اخبار لکھتا ہے

"علم سے دینی اور دنیاوہ ترقی حاصل ہوتی ہے، عزت ووقار ملتا ہے اور انسانیت کا شعور بیدار ہوتا ہے، مسلمان علم سے دور ہے، اس لیے پر سکون اور عزت کی زندگی سے محروم ہوتا جارہا ہے، اپنے بچوں کو مسلمان عورتیں خاص کر توجہ کے ساتھ علم کی جانب مائل کریں اور ان کی دیکھ بھال کر کے علم کے زیور سے آراستہ کریں تاکہ وہ خود عزت کی زندگی جی سکیں اور اپنے ماں باپ، بھائی، بہن، رشتہ دار اور پڑوسیوں کے حقوق پہچان کر ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کر سکیں، جو اثر ماں کا بچے پر ہوتا ہے وہ کسی کا نہیں ہو سکتا، اس لیے جب وہ خود دیندار ہوں گی

تواولاد کی تربیت بھی دینی انداز میں کر سکیں گی،اسی طرح خداوند تعالیٰ کی رضااوراس کی رحمت کا مستحق بننے کے لیے استغفار اور توبہ کا خصوصی اہتمام کریں، ان خیال کا اظہار مولاناعبدالشکور ہال میں منعقد ہونے والے پندرہ روزہ شہدائے اسلام کے آخری جلسہ میں مولاناعبدالعلیم فاروقی صدر جلسہ نے کیا‘‘۔

پاکستان میں سنی تربیتی کورس

مولاناعبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کواپریل ۱۹۸۸ء میں سرزمین پاکستان پر خوش آمدید کہا گیا، یہاں پنجاب کے مشہور شہر جھنگ میں جامعہ علوم شرعیہ کی انتظامیہ کی دعوت پر ہفتہ عشرہ کے لیے تشریف لائے تھے، جہاں انہوں نے بھرپور مصروفیت کا وقت گزارا، جامعہ علوم شرعیہ میں مولاناسید صادق حسین شاہ شہید کی زیر قیادت روزانہ کی بنیاد پر سنی تربیتی درس کا اہتمام کیا گیا تھا، جہاں روزانہ مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کئی کئی گھنٹے تشنگان علم وعرفان کے سامنے اپنے عقائد اور نظریات کی بات کرنا ہوتی تھی، دن کے اوقات میں طلباء کو پڑھاتے تھے، جب کہ شام کے اوقات میں عوامی جلسوں میں تقریریں کرتے تھے۔

’’سنی تربیتی کورس‘‘ میں مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تشیع اوراہل سنت کے مابین جتنے بھی نزاعی مسائل تھے انہیں قرآن وسنت کی روشنی میں طلباء کو املاء کروایا تھا، بہت سے مسائل زبانی بیان کیے گئے تھے، ان کا اظہار انہوں نے اپنے ایک بیان میں فرمایا تھا، جو سوشل میڈیا پر موجود ہے۔

علماء کرام کے اجتماع سے اپنے خطاب کے دوران آپ نے حضرات صحابہ کرام کا ذکر خیر فرمایا، جس میں آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت پیش فرمائی، روایت ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ

قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ، فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ

بے شک اللہ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا، ان میں حضرت محمد ﷺ کے دل کو بندوں کے دلوں سے بہترین پایا پھر اللہ نے آپ کے دل کو اپنے لیے چن لیا، پھر آپ ﷺ کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مبعوث فرمایا، پھر قلب محمد ﷺ کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے دلوں کو بندوں کے دلوں سے بہترین پایا، پھر انہیں اپنے نبی ﷺ کے وزیر بنا دیا، جو آپ ﷺ کے دین کے لیے جہاد کرتے تھے، پس جس چیز کو مسلمان اچھا دیکھتے ہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی ہی ہوتی ہے اور جس چیز کو مسلمان برا دیکھتے ہیں وہ اللہ کے ہاں بھی بری ہی ہوتی ہے۔

مولانا عبد العلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین بنایا، آپ پر رسالت کو مکمل فرمایا، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا، حضور ﷺ کی ختم نبوت کا سکہ ہی یہاں چلے گا، اے اہل پاکستان! آپ نے ختم نبوت کے منکروں کو دائرہ اسلام سے باہر کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ختم نبوت کے منکرین نہ ہمیں گوارا ہیں اور نہ ہی اس ملک کو گوارا ہیں، اے مسلمانو! یہ بات بھی نہ بھولیے کہ جس طرح آپ ﷺ آخری نبی ہیں، اسی طرح صفات نبوت بھی مکمل ہو چکی ہیں۔

جو ختم نبوت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا تو آپ کیا کریں گے؟ ظاہر ہے آپ وہ کریں گے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب کے خلاف کیا تھا، جو اسود عنسی کے خلاف کیا تھا، جو سجاح نامی عورت کے خلاف کیا تھا، اگر کوئی چور دروازے

سے آئے اور آکر کہے کہ لوگو! ہم آقا ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں، آپ ﷺ پر رسالت کو ختم مانتے ہیں، مگر بارہ آدمی ایسے ہیں جو رسول تو نہیں تھے لیکن رسول سے بہت آگے بڑھے ہوئے تھے، بتاؤ یہ رسالت کے قلعے کو خاک میں ملانے کے مرادف ہے یا نہیں ہے؟ رسالت پر براہ راست حملہ ہے یا نہیں ہے؟ یادر کھیے کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کا کفر کسی ایک وجہ سے ظاہر ہے تو ستر وجوہ سے ان کا کفر ظاہر ہے، کیونکہ انہوں نے ایک نبی نہیں کہا بلکہ انہوں نے بارہ بارہ نبیوں کا تصور پیش کیا ہے۔

صحابیت اللہ کا انتخاب

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث تلاوت کرنے کے بعد اس سے یہ نکتہ نکالا کہ نبوت ورسالت کی طرح صحابیت بھی اللہ کا انتخاب ہے، آپ نے فرمایا "نبوت ختم ہو چکی، رسالت ختم ہو چکی، صفات نبوت بھی ختم ہو چکی ہیں، نبوت و رسالت میں قلب محمد ﷺ کا انتخاب کیا گیا ہے، پھر کن دلوں کو اللہ تعالیٰ نے دیکھا؟ وہ دل اصحاب محمد ﷺ کے دل تھے، اگر ہم لوگ باغی ہوتے تو کہتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثل نبوت ہیں، اگر ہم باغی ہوتے تو کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم ہیں، اگر ہم باغی ہوتے تو کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم ماکان ومایکون ہے، اگر ہم باغی ہوتے تو کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاؤں کا امکان نہیں، لیکن نہیں ہم حضور ﷺ کے متبع (پیروی کرنے والے) ہیں، آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہیں لہذا ہم جانتے ہیں کہ بغاوت مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے، بغاوت غیر مسلمین کا شیوہ ہے، لہذا ہم کسی طرح بھی اس کے لیے تیار نہ ہوں گے، تو کیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو چنا، نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لیے، آپ ﷺ کے دین کو قائم کرنے کے لیے۔

میں کیا عرض کر رہا تھا؟ کہ صحابہ کرام کا انتخاب ہوا، صحابیت ایک مرتبہ ہے جس طریقے پر نبوت ایک مرتبہ ہے، نبوت کا انتخاب بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور صحابیت کا انتخاب بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، میں صحابیت کہہ رہا ہوں، خلافت نہیں کہہ رہا ہوں، امامت نہیں کہہ رہا ہوں، صحابیت کو اللہ نے منتخب کیا ہے۔

حضور ﷺ کا عجیب معاملہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اَصحَابِی کَالنُّجُومِ، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے متکلم فیہ ہے، لیکن اس کے مضمون میں بڑی گنجائش ہے، فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے تم لوگ جس کا بھی دامن پکڑ لوگے تمہیں نجات مل جائے گی۔

اہل بیت سے کون مراد ہے؟

مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین جھنگ پر اپنے ۱۹۸۸ء والے خطاب میں اہل بیت کے نام پر امت کو دھوکہ دینے والے دھوکہ بازوں کے دجل و فریب کو بے نقاب کیا تھا، مولانا نے فرمایا کہ

"مگر ایک حدیث سال بھر بیان کی جاتی ہے، بہت سے لوگوں کو وہ ازبھر بھی ہوگئی ہوگی، یاد بھی کرلی ہوگی، وہ کیا؟ مَثَلُ اَھلِ بَیتِی کَسَفِینَۃِ نُوحٍ مَثَل اَھلِ بَیتِی کَسَفِینَۃِ نُوحٍ مَنْ رَّکِبَھَا نَجَا وَمَنْ ضَیَّعَھَا غَرَقَ، دیکھو! میرے اہل بیت نوح کی کشتی کی طرح ہیں، جو لوگ نوح کی کشتی میں بیٹھ گئے انہیں نجات مل گئی اور جو نوح کی کشتی میں نہیں بیٹھے وہ غرق ہوگئے، یہ اور بات ہے کہ اہل بیت سے کون مراد ہے؟

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل جھنگ سے سوال کیا کہ کیوں بھائی ؟ اہل جھنگ سے مراد وہ ہیں جو جھنگ میں رہتے ہیں؟ اہل لاہور کا مطلب کیا ہے؟

جو لاہور میں رہتے ہیں، اہل لکھنؤ کا مطلب کیا ہے؟ جو لکھنؤ میں رہنے والے ہیں، اہل مکہ کا کیا مطلب ہے؟ جو مکے میں رہنے والے ہیں، بیت کس کو کہتے ہیں؟ بَاتَ یَبِیتُ بَیتاً کا معنیٰ ہے رات گزارنا، بَیتُوت اس کا مصدر ہے، بیت اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں رات گزاری جائے، قرآن میں فرمایا وَالَّذِینَ یَبِیتُونَ لِرَبِّهِمۡ سُجَّدًا وَّقِیَامًا یہاں بیت اس جگہ کو کہا گیا جسے وہ قیام و سجدوں کے لیے بِتاتے ہیں، حاصل کیا ہوا؟ بیت اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں رات گزاری جائے۔

کیوں بھئ! آدمی اپنے رات گھر گزارتا ہے یا اپنے داماد کے گھر میں رات گزارتا ہے، بتایئے، حضور ﷺ کا گھر علی کے لیے ہے یا علی کا گھر حضور ﷺ کے لیے؟ آقا ﷺ کا گھر آقا ﷺ کے لیے ہے، اگر آپ کہہ دیں کہ نہیں علی کا گھر حضور ﷺ کے لیے ہے تو بڑی بھاری گالی ہو جائے گی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قانونی اعتبار سے اہل بیت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور حضور ﷺ کی بیویاں قانونی اعتبار سے اہل بیت نبی ﷺ ہیں، میں نے قانونی کا لفظ خود جان بوجھ کر کہا ہے، میں خارجی نہیں ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین مجھے گوارا نہیں ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منقصت (ان کی شان میں کمی کرنا) مجھے گوارا نہیں ہے، مجھے نہیں کسی کلمہ گو کو گوارا نہیں۔

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بات سمجھانے کا عجیب سلیقہ عطا فرما رکھا تھا، آپ نے فرمایا کہ

"اہل کا معنیٰ ہے والا، بیت کہتے ہیں گھر کو، اردو میں کیا کہتے ہیں؟ گھر والی، اسی کا ترجمہ اہل بیت ہے، فارسی میں کہتے ہیں اہل خانہ، ہمارے ہاں (لکھنؤ میں) تو اسے مختصر کر دیا گیا ہے، وہاں یوں کہتے ہیں کہ گھر میں یہ بات کہی گئی تھی، تو نبی کی گھر والیاں کون ہوئیں؟ نبی ﷺ کی بیویاں، نبی ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ نبی کی کی بیویاں، فرمان قرآنی کے بموجب، یہ اور بات ہے کہ اس فضیلت میں رسول اللہ

ﷺ انہیں بھی شامل کر دیں اور کہیں کہ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھلُ بَیتِي، اے اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں، آپ ﷺ نے چادر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو، علی رضی اللہ عنہ کو، حسن رضی اللہ عنہ کو اور حسین رضی اللہ عنہ کو بٹھایا اور فرمایا کہ اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے معلوم نہیں تھا؟ یقیناً اللہ کو پہلے سے معلوم تھا، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کو قلق ہوا، اس قلق کو ختم کرنے کے لیے آپ ﷺ نے دیکھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے عائشہ رضی اللہ عنہا، حفصہ رضی اللہ عنہا، میمونہ رضی اللہ عنہا کو یہ فضیلت دی کیوں نہ اپنے شہزادوں کو اس میں شامل کیا جائے، لہذا فرمایا کہ اے اللہ! اس میں ان کو بھی شامل فرما دیجیے۔

غور فرمایئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پاس بیٹھی ہوئی ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں بھی آجاؤں؟ فرمایا نہیں تم اپنی جگہ پر ہو، اپنی جگہ پر رہو، تم اس میں کیوں آؤ گی؟ تمہارے لیے تو چادر تطہیر اللہ نے آسمان سے نازل فرمائی، اِنَّكِ عَلَى خَيرٍ، خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے، تم تو پہلے سے ہی بہت بھلائی پر ہو۔

اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب! اس میں صیغے جمع کے ہیں، جی ہاں! ہمیں معلوم ہے کہ صیغے جمع کے ہیں، لیکن یہ مزاج ہے قرآن کا کہ عظمت شان کی بنیاد پر جب عورت کو مخاطب کیا جاتا ہے تو صیغے جمع کے لائے جاتے ہیں، پتہ ہے آپ کو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں، ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہے، دو بیویاں نہیں ایک بیوی، ان کے لیے اللہ نے فرمایا کہ اِذ قَالَ لِاَھلِهِ امکُثُوا، اے میری بیوی ٹھہرو، یہاں بڑے بڑے علماء تشریف فرما ہیں، بتایئے کہ یہاں اُمکُثُوا صیغہ مذکر کا ہے یا مؤنث کا؟ صیغہ جمع کا ہے یا واحد کا؟ یاد رکھیے اُمکُثُوا صیغہ جمع کا ہے اور صیغہ مذکر کا ہے، یہاں موسیٰ علیہ السلام کی ایک بیوی کے لیے صیغہ مذکر کا بلوایا جائے، ایک بیوی کے لیے صیغہ جمع کا بلوایا جائے تو ٹھیک ہے اور یہاں نبی کریم ﷺ کی متعدد بیویوں کے لیے صیغہ جمع کا لایا جائے تو آپ کو اعتراض ہے؟

علامہ زمخشری نے متأثر ہو کر کیا لکھا؟ علامہ زمخشری معتزلہ میں سے ہے، سنی نہیں ہے، جج بناؤ اور انہیں فیصلے کے لیے بٹھاؤ، ان سے پوچھو کہ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس میں مؤنث کے لیے صیغے کیوں نہیں ہیں؟ علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ مذکر اور جمع کا صیغہ موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کے لیے عظمت شان کے لیے ہے، مسلمانو! وہاں موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کی عظمت شان ہے تو یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی کوئی عظمت شان نہیں ہے؟

مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے نام لیواؤں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اہل بیت رضی اللہ عنہم سے پنجتن پاک مراد لیتے ہو؟ ایک بار میں نے لکھنؤ میں ایک شعر لکھا ہوا پڑھا، خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں پانچوں تن، محمد، علی، فاطمہ، حسین و حسن، یہاں بھی بعض بعض بسوں پر لکھا ہوا ہے، پان کی دکانوں پر شیشوں پر لکھا ہوا ہے، کیوں لکھا مسلمانو! تم نے؟ کہتے ہیں جی! کیا آپ علی رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتے؟ جی بے شک مانتے ہیں، لیکن یہ ترتیب تبرائی ہے، اللہ کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر گز علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں، اس ترتیب کے اندر تبرا ہے، اگر کوئی کہہ دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی رضی اللہ عنہ ہیں تو وہ تبرائی ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے لَاتُفَضِّلُونِي عَلَى أَبِي بَكرٍ وَعُمَرَ وَعُثمَانَ، مجھے ابو بکر و عمر اور عثمان پر فضیلت نہ دو، اگر کوئی مجھے فضیلت دے گا تو میں اسے جھوٹے کی سزا دوں گا۔

علامہ ابن میثم بحرانی شارح نہج البلاغہ لکھتے ہیں "اسلام میں سب سے اعلیٰ، سب سے بالا، سب سے افضل ابو بکر ہیں، ان کے بعد عمر ہیں، فرمایا ان دونوں کا مرتبہ اور مقام اسلام میں بڑا بلند و بالا ہے، اللہ ان دونوں کو جزائے خیر عطا کرے"

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوران تقریر جلالی انداز میں فرمایا کہ " ایک مرتبہ امام سے مسئلہ پوچھا، امام وہی جو (تمہارے عقیدے میں) نبی سے دس قدم

آگے ہوتا ہے، مسئلہ پوچھا کہ کیا تلوار کے دستے پر چاندی کا خول چڑھانا جائز ہے؟ امام نے فرمایا کہ ہاں! جائز ہے، بات ختم ہوگئی ؟ نہیں، لیکن اللہ کو کچھ اور کہلوانا تھا، امام فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار پر چاندی کا خول چڑھایا ہے، یہ کوئی سنی نہیں کہہ رہا تمہارے امام کہہ رہے ہیں، جو مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا تھا وہ وہیں عراق کا رہنے والا تھا، اس نے کہا، امام عالی مقام! میری خطا معاف ہو، اپ انہیں صدیق کہہ رہے ہیں؟ روایت میں ہے کہ یہ سن کر امام اپنی جگہ سے کود پڑے، اور فرمانے لگے کہ ہاں، اَلصِّدِّیقُ، اَلصِّدِّیقُ، اَلصِّدِّیقُ ، ہاں ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں ہاں وہ صدیق ہیں۔

ایک دوسری کتاب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں "ابو بکر و عمر دونوں امام تھے، دونوں حق کی طرف مائل تھے، وہ دونوں حق پر مرے ہیں، ان دونوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکتیں ہوں"۔

مولانا فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس اجتماع میں دوران تقریر فرمایا کہ

"میں اپنی تقریر میں جو شاخیں نکالتا ہوں، اس کا خاص مقصد اصلاح عقیدہ ہے، کہ عقیدے میں پنجتن پاک کا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے، تم کہتے ہو پنجتن پاک، ہم بحث نہیں کرتے، تم کہتے ہو کہ نجات چاہتے ہو تو اہل بیت کی کشتی میں سوار ہو جاؤ، سفینہ نجات اہل بیت ہیں، میں نے حدیث پڑھی کہ صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، سمندر میں کشتی چلتی ہے تو وہاں کوئی تیر، کوئی نشان نہیں ہوتا، کشتی کسے دیکھ کر چلے گی، کشتی ستاروں کو دیکھ کر چلے گی، اس لیے اہل بیت کی کشتی میں بیٹھو اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے راستہ پوچھو، تب تمہارا بیڑہ پار ہوگا، ورنہ بیڑہ پار نہیں ہو سکتا، کشتی میں بیٹھنے کے بعد ستاروں سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا، قرآن کریم کہتا ہے وَبِالنَّجمِ هُم يَهتَدُونَ وہ ستاروں سے راہ پاتے ہیں، ستاروں سے راستہ مانگا جاتا ہے۔

پاکستان میں مولانافاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب یقیناً ان کے عہد شباب کا تھا، اور شباب ہی کا بانکپن ان کی تقریر کے لفظ لفظ سے سمجھا جارہا ہے، ان کی ایک ایک بات مشام جان کو معطر و معنبر کرتی جارہی ہے، ایک ایک بات کانوں میں ایمانی رس گھول رہی ہے، دل و دماغ کے بند دریچے کھول رہی ہے، ان کی تقریر از دل می خیزد بر دل می ریزد کا مصداق تھی۔

یہاں میں یہ بات عرض کردوں کہ جس زمانے (۱۹۸۸) میں مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سید صادق حسین شاہ صاحب نے اپنے مدرسہ میں سنی درس اور اپنے مدرسہ کے سالانہ جلسہ پر مدعو کیا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب ایران میں شیعی انقلاب کے بعد برصغیر میں سخت اشتعال و غصہ پایا جارہا تھا، یہ وہ وقت تھا جس کے چند سال پہلے ہی ایران میں رضاشاہ پہلوی کی حکومت کا تختہ الٹ کر خمینی برسر اقتدار آیا تھا، خمینی کی آمد کے بعد نیم سنی، نیم شیعہ، مودودی جماعت کے لوگ خمینی انقلاب کی طرز پر پاکستان میں بھی حکومت بنانے کے پراگندہ خواب دیکھنے لگے تھے۔

یہی وہ دور تھا جب سرزمین جھنگ پر ایک شیر دل انسان نے ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے لیے ایک تنظیم سپاہ صحابہ کی طرح ڈالی تھی، جس نے بہت ہی تھوڑے عرصے میں سرزمین غیوراں پاکستان پر سیاہ پرچم لہرانے، خمینی سیلاب کے سامنے بند باندھنے کی کامیاب کوشش کی تھی، اس شخص نے پاکستان کے بچے بچے کے دل و دماغ میں خیمنیت اور رافضیت کے خلاف نفرت کا بیج بو دیا تھا، اس پر دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم نے انتقامی کارروائیاں شروع کردی تھیں، ۱۹۹۰ء میں مولانا حق نواز جھنگوی کو ان کے گھر کی دہلیز پر جام شہادت پلا دیا گیا تھا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی　　اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اگلے سال سنہ ۱۹۹۱ء کی وہ تاریخ جس میں سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بنیاد رکھی گئی تھی یعنی ٦ ستمبر ۱۹۹۱ء کو لاہور چوبرجی کوارٹرز گراؤنڈ میں سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے یوم تاسیس کے حوالہ سے ایک عظیم الشان یادگاری کانفرنس تھی، جس میں راقم الحروف اسٹیج پر موجود تھا، جلسہ گاہ کی اسٹیج سے چند فٹ کے فاصلے پر ایرانی نمک خوار شرپسندوں نے بم دھماکہ کردیا، جس میں چار سنی شہید ہوگئے تھے، اگلے روز ے ستمبر ۱۹۹۱ کو ہم لوگ ناصر باغ مال روڈ لاہور کے سامنے ان شہدائے اسلام کی نماز جنازہ میں شریک تھے کہ مؤرخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ سرزمین جھنگ پر مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب کو ان کے رفقاء کرام کے ساتھ ایک سفر کے دوران شہید کردیا گیاہے۔ انااللہ واناالیہ راجعون

سید صادق حسین شاہ صاحب کی شہادت

بندہ راقم الحروف اب جب مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم الشان تاریخی تقریر کے اقتباسات اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کررہا تھا تو فوراً سے میرے دل ودماغ میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے وہ الفاظ گونجنے شروع ہوگئے جو انہوں نے ے ستمبر ۱۹۹۱ کو کہے تھے، میں اس اعلان کو سوچتا رہا اور مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی جوش وجلال سے بھرپور علمی اور مدلل تقریر پر غور کرتا رہا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کس طرح اپنے ٹارگٹ تک پہنچ کر شیطانی کام کر دکھاتے ہیں۔

دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ بات معلوم ہوچکی تھی کہ امام اہلسنت کے جانشین کا پاکستان میں آنا، پھر پاکستان کے شہر جھنگ پہنچ جانا، یہاں کئی روز تک قیام کرنا، اس قیام کے دوران شہر بھر کے علماء وعمائدین کا جوق درجوق یہاں آنا، مولانا حق نواز جھنگوی جیسے جوشیلے لوگوں کی جانشین امام اہل سنت سے ملاقاتیں یہ سب

خطرے کی گھنٹی ہے، پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مولانا حق نواز شہید سنی انقلاب کی تحریک چلانے سے پہلے روافض کے کفر پر اتفاق نہیں کرتے تھے، ان کی خطابت کا رخ ردّ بریلویت کی طرف تھا، ان کی تقریریں ہم نے سن رکھی ہیں، ایک بریلوی مولوی کے ساتھ عشق رسول ﷺ کے عنوان پر مباحثہ بھی ہوا، مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں روافض کی ریشہ دوانیوں سے مکمل آگاہی دی، پھر مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نشستوں سے ان کو روافض کے کفر پر شرح صدر ملا، روافض کے کفر پر شرح صدر ہونے کے بعد مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحریک چلائی اس کی گونج ایرانی ایوانوں میں بھونچال پیدا کر گئی، خمینیت کی جڑوں کو متزلزل کر دیا، پاکستان کے گلی کوچے میں ایک ہل چل پیدا ہو گئی، جگہ جگہ بڑے بڑے جلسے اور جلوس نکلنے شروع ہو گئے۔

یہی کچھ سوچ کر روافض نے مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا، کیونکہ اگر مولانا سید صادق حسین شاہ زندہ رہتے ہیں تو پھر لکھنوی خاندان کی چلائی ہوئی تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم پاکستان میں بھی دور دور تک اپنی جڑیں پھیلا سکتی ہے، اس لیے اس شخص کو راستے سے ہٹا دیا جائے جو لکھنوی خاندان کو پاکستان کی سرزمین پر بلا کر یہودی اور سبائی لابی کو للکارتا ہے، یقین جانیے مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر اور سنی درس نے کربلا میں قیامت ڈھانے والوں کے ورثاء کے لیے بہت کچھ عام کر دیا تھا۔

شاہ صاحب کی شہادت اور مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید صادق حسین شاہ شہیدؒ کے جانکاہ سانحہ شہادت کی خبر جب مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب کو دی گئی تو انہیں سخت صدمہ پہنچا، جس کا اظہار انہوں نے

مولانا سید صادق حسین شاہ شہیدؒ کے فرزند ارجمند دلبند حضرت مولانا سید مصدوق حسین شاہ صاحب کے نام ایک مکتوب میں کر دیا تھا۔

اس مکتوب میں انہوں نے پاکستان میں آکر تعزیت کرنے کا ذکر کیا تھا، سید مصدوق صاحب کے نام لکھے گئے خط میں انہوں نے فرمایا تھا کہ میں تعزیت کے لیے آنا چاہتا ہوں، یہ آمد رمضان المبارک کے بعد ممکن ہو سکے گی، مگر اللہ کی مرضی اور منشاء کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان پرانی رسہ کشی کے باعث وہ تشریف نہ لا سکے، سید مصدوق حسین شاہ صاحب کے نام ایک مکتوب میں انہوں نے پاکستان نہ آنے کا یہ عذر پیش فرمایا تھا کہ پاکستان کی طرف سے ویزہ نہیں لگ رہا، آپ سفارش کر کے ویزہ لگوادیں تو میں پاکستان آجاؤں گا، اس خط میں انہوں نے سید مصدوق حسین صاحب سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے تڑپنے کے الفاظ لکھے تھے۔

مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ چاہت اور بسیار کوشش کے باوجود پاکستان تشریف نہ لا سکے، اب وہ سلسلہ ایک بار تو موقوف ہو گیا، جو روافض سے آگاہی کے لیے یہاں شروع کیا گیا تھا، لیکن مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب کے جانشین مولانا سید مصدوق حسین شاہ صاحب کی کامیاب کاوشوں کے باعث مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ٹھیک ۲۰ سال بعد سرزمین پاکستان پر قدم رنجہ ہوئے، جامعہ علوم شرعیہ میں قیام رکھا اور مختصر ترین وقت میں مختلف مقامات پر خطابات بھی کیے۔

علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ سے حسن تعلق

میرے استاذ اور مربی علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کرونا کی وباء کے دوران دیار غیر میں دار فانی سے کوچ کر گئے تھے، علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہماری مادر علمی جامعہ اشرفیہ لاہور میں استاذ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز تھے، وہ سال میں کچھ عرصہ پاکستان میں قیام پذیر ہوتے اور کچھ عرصہ کے لیے بیرونی اسفار پر تشریف لے

جاتے تھے، جہاں وہ اپنی بساط وہمت کے مطابق اشاعت اسلام میں مشغول ہو جاتے تھے، وہ وہاں پر مختلف جلسوں میں تقریریں کرتے، ملحدین سے مناظرے کرتے، کہیں باطل فرقوں سے مباحثے کرتے تھے، وہ ہمہ صفت موصوف شخصیت کے مالک تھے، وہ نادرہ روزگار عبقری شخصیت تھے۔

انہوں نے اشاعت اسلام کے لیے انگلینڈ کے شہر مانچسٹر میں ایک اکیڈمی قائم کر رکھی تھی، ۲۰۱۹ء میں آپ انگلینڈ میں ہی تھے جب عالمی وباء کرونا نے چین کے شہر ووہان سے انگڑائی لی اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، اس دوران کروڑوں لوگ موت کی آغوش میں چلے گئے تھے، اسی دوران علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

ان کے ساتھ مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیرینہ تعلق خاطر تھا، ان کے سانحہ رحلت پر مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو سخت صدمہ پہنچا، کیونکہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ایک شخص کی وفات نہیں تھی بلکہ ان کے جانے سے ایک انجمن ختم ہو گئی تھی، ان کے جانے سے ایک چلتا پھرتا علم کا کوہ ہمالیہ رخصت ہوا تھا، ان کے جانے سے علم کا آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا تھا، ان کے جانے سے علم کی روشنی بجھتی دکھائی دینے لگی تھی، ان کے جانے سے باطل کو للکارنے اور ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے والا محقق دوراں او جھل ہو گیا تھا۔

اس لیے مولانا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی حساس طبیعت پر بوجھ پڑا، انہوں نے سرزمین لکھنؤ پر بھی اظہار افسوس کیا، مگر وہ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء اور ان کے جانشینوں سے تعزیت کرنے بنفس نفیس انگلینڈ تشریف لے گئے، جہاں انہوں نے نہ صرف یہ کہ علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ونسبی لواحقین کو حوصلہ دیا اور تعزیت کی بلکہ ان کے کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی جدائی سے ہونے والے نقصان کا بھی تذکرہ کیا۔

تمت بالخیر

مضمون کافی طوالت اختیار کر گیا ہے، یہ میرے قلبی احساسات وجذبات تھے، مجھے اس وقت مسرت اور شادمانی ملی جب مولانا عبد العلیم فاروقی صاحب کے جانشین اور تحریک مدح صحابہ، مجلس تحفظ ناموس صحابہ کے امیر، دار المبلغین لکھنؤ کے مہتمم حضرت مولانا عبد الباری فاروقی صاحب فاضل دار العلوم دیوبند کے کچھ رفقاء نے قطر سے میرے ساتھ رابطہ کیا۔

راقم الحروف کو دار المبلغین کی طرف سے عریضہ ملا کہ میں کچھ مرحوم کے بارے میں لکھوں، جو کچھ میں کر سکا ہوں وہ آپ کے سامنے ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، اس دوران مجھے مولانا عبد العلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا ابو الحسن فاروقی صاحب سے بڑا تعاون ملتا رہا، وہ میری طرف سے پوچھے گئے سوالات کے بروقت جوابات دیتے رہے، وہ میرے دل ودماغ میں پیدا ہونے والے سوالات کا تسلی و تشفی بخش جواب عنایت کرتے رہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بارگاہ سے جزائے خیر عطا فرمائے، ان کے دادا بزرگوار کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے، اللہ تعالیٰ فاروقی خاندان کی علمی، دینی، نظریاتی اور فکری تحریک کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا کرے۔

خادم اسلام، محمود الرشید حدوٹی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ آب حیات،
مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور
امیر جمعیت تحفظ اسلام پاکستان،
خطیب جناح ہال مسجد لاہور
۲۹ مئی ۲۰۲۴ء بروز بدھ، بوقت پونے آٹھ بجے شب